اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
نفیسؔ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جلد نمبر ۱۱
سنہ 2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ ۔ جنوری ۲۰۰۳ء شمارہ : ۱

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے	سالانہ ۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	۱۶ ڈالر
برطانیہ	۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ــــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ــــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوار مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301
فون : 7724581 فون / فیکس : 92-42-7726702
E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوار مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درس حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب	۱۰
حج کے احکام		۲۰
محمود احمد مدنی جوارِ رحمت میں !		۲۶
انوار مدینہ	حضرت سیّد انور حسین نفیس شاہ صاحب	۳۱
حضرت مولانا محمود حسن صاحب	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب	۳۲
عمرہ پیکج	جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب	۴۳
فہم حدیث	حضرت ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب	۴۷
دینی مسائل		۵۲
عالمی خبریں		۵۶
تحریک احمدیت		۶۰

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

0333-4249301

E-MAIL ADDRESSES

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

islam_fahmedeencourse@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

گرمی ہنگامہ ہے تیری حسین احمد سے آج
جن سے ہے پرچم روایاتِ سلف کا سربلند

☆

شعار اس کا بزرگانِ سلف کا زہد و تقوی ہے — جہاد اس کا نہیں پابندِ قید سبحہ گردانی
وہ جسکی خلوتِ شب کی بدولت اب بھی تازہ ہے — گداز بوذر و عشق اویس و سوزِ مسلمانی

☆

شیخ الاسلام حضرت اقدس سیّدنا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز ماضی قریب کی وہ نامور شخصیت ہیں کہ جو محتاجِ تعارف نہیں برصغیر بالخصوص ہندوپاک میں جوبھی تحریکات ہیں جن کا مقصد اسلام کی سربلندی ہے انکا سررشتہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت اقدس شیخ الاسلامؒ سے جاملتا ہے۔ ہندوستان کی آزادی، وہاں بسنے والے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور اس سرزمین میں دین پر ثابت قدم رہنے کی تلقین، شعائر اسلام کا احیاء، تعلیم و تعلم، رجال کار کی فراہمی، تزکیہ نفس و اصلاحِ احوال، غرض ہر شعبہ کی روح رواں حضرت اقدسؒ کی ذات والا صفات ہی ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے "طبل" کی گونج جس سے فی الوقت سارا عالم لرزاں ہے حضرتؒ ہی کی قربانیوں کا ثمرہ ہے۔

حضرت مولانا السید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرتؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :

مولانا کا ایک بڑا کارنامہ جس کی اہمیت کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں اور اس کے بعد ہندوستان میں مسلمان کی بقاو قیام کا ایک بڑا ظاہری سبب مولانا ہی کی ہستی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ بڑے بڑے کوہ استقامت جنبش میں آگئے سب یہی سمجھتے تھے کہ اب

ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہیں مسلمانوں کی تاریخ میں دو ہی چار دور ایسے گزرے ہیں جب مسلمان اور اسلام کی بقا کا سوال آ گیا۔ ۴۷ء کا ہنگامہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں اسی نوعیت کا تھا۔ اصل مسئلہ سہارنپور کے مسلمانوں کا تھا اور سارا دارومدار ان پر تھا۔ یہ اپنی جگہ چھوڑتے تو یوپی کے مسلمانوں کے قدم لغزش میں آجاتے۔ سہارنپور کے مسلمانوں کا انحصار سارا کا سارا دو ہستیوں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا مدنیؒ پر تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ جمنا کے کنارے ہونا تھا لیکن یہ دو صاحب عزم مجاہد بندے وہاں جمع رہے۔ ایک رائے پور کی نہر کے کنارے بیٹھ گیا اور ایک دیوبند میں۔ آپ کو معلوم ہو گا یہ رائے پور اور دیوبند مشرقی پنجاب کے ان اضلاع سے متصل ہیں جہاں کشت و خون کا ہنگامہ گرم تھا لیکن یہ اللہ کے بندے پورے عزم واستقلال کے ساتھ جمے رہے اور انہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اسلام کو یہاں رہنا ہے اور رہے گا انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا یہاں سے نکلنا صحیح نہیں اگر تم مشورہ چاہتے ہو تو ہم مشورہ دیتے ہیں اگر فتوے کی ضرورت ہو تو ہم فتوی دینے کو تیار ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں جو مسجدیں قائم ہیں اور ان میں جو نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی یہ ان کا طفیل ہے۔ ہندوستان میں جتنے مدرسے اور خانقاہیں قائم ہیں اور جو فیوض و برکات ان سے صادر ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ انہی کے مرہونِ منت ہوں گے اور ان سب کا ثواب ان کے اعمال نامے میں لکھا جاتا رہے گا۔ اس سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے سارے ملک کا دورہ بھی کیا، ایمان آفریں اور ولولہ انگیز تقریریں بھی کیں اور اپنے ذاتی اثر ورسوخ اپنی تقریروں اور خود اپنے طرزِ عمل سے مسلمانوں کو اس ملک میں رہنے اور اپنے ملک کو اپنا سمجھنے اور حالات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔ (ماخوذ از واقعات صفحہ ۲۱۹)

اس تمہید کا مقصد ایک اہم اور ناخوشگوار واقعہ کی طرف توجہ دلانا ہے جو ۱۰ ردسمبر ۲۰۰۲ء کے روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں :

ادارہ ''ہم سخن ساتھی'' کی جانب سے معروف سرجن ڈاکٹر عامر عزیز کے اعزاز میں منعقدہ عشائیہ کے اختتام پر چیف ایڈیٹر نوائے وقت جب تقریر ختم کر کے واپس اپنی نشست کی طرف آئے تو تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد نے ان سے مخاطب ہو کر کہا نظامی صاحب میں مولانا حسین احمد مدنی کا پیروکار نہیں ہوں۔ اس پر جناب مجید نظامی نے کہا کہ آپ منبر رسول پر کھڑے

ہو کر مولانا مدنی کی تعریف کیا کرتے تھے صرف اس وجہ سے میں نے آپ کی جامع مسجد میں نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ مجید نظامی کے ان کلمات پر ڈاکٹر اسرار احمد دم بخود رہ گئے اور خالی خالی نظروں سے مجید نظامی کی طرف دیکھتے رہے۔

ملک کے نامور صحافی اور ایک بڑے روزنامہ کے چیف ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے جناب مجید نظامی صاحب کو اس قسم کی دریدہ دہنی اور تنگ نظری زیب نہیں دیتی اگر چہ یہ اپنی مخصوص "شخصی فکر" کے اعتبار سے ان کو کتنی ہی زیبا ہو۔ حضرت مدنیؒ سے کسی کو کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو مگر وہ ان کی خدا پرستی، برگزیدگی اور ملی خدمات کا بہر حال اعتراف کرتا ہی ہے۔ نظامی صاحب بتائیں کیا حضرت مدنیؒ کی تعریف کرنا ایسا جرم ہے کہ اس کی وجہ سے انسان العیاذ باللہ کافر ہو جاتا ہے یا کم از کم اس درجہ کا فاسق ہو جاتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

ہم نے سُنا ہے کہ مجید نظامی صاحب مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کے بہت عقیدت مند ہیں جبکہ وہ حضرت اقدس مدنیؒ ہی سے بیعت تھے۔ اگر یہ بات درست ہے تو نظامی صاحب اپنی اس فکری بے راہ روی کی کیا توجیہ فرمائیں گے! لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

ہم نظامی صاحب کی خیر خواہی کی خاطر عرض کرتے ہیں کہ اہل اللہ سے بلا وجہ کا بغض و کینہ ان کا کچھ نہیں بگاڑتا البتہ نظامی صاحب کے لیے دنیا و آخرت کے اعتبار سے یہ خطرناک ہے۔ بخاری شریف کی حدیث قدسی ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیًّا فقد آذنته بالحرب**......... (بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۷) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے دوست سے عداوت رکھے گا اس سے میرا اعلانِ جنگ ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی عداوت سے بچائے اور ان کا ادب و احترام ہر حال میں ملحوظ رکھے یہ چیز اس کے ایمان کی سلامتی کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے بارے میں جنگ کا اعلان فرما دیں تو اس جنگ میں اس بندے کی ذلت و شکست یقینی ہوتی ہے اور بچ نکلنے کے امکانات بالکل مسدود ہوتے ہیں۔ عبرت کے لیے ایک دو واقعات کا ذکر اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے :

ایک مرتبہ بہاولپور سے حضرت کے یہاں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تشریف لائے اُنھوں نے حضرت کے سامنے امرتسر کے رہنے والے ایک صاحب کے تاثرات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مدنیؒ کے ساتھ جو گستاخیاں کی تھیں اُن کی سزا دنیا ہی میں مل گئی

جس طرح ہم نے حضرت کے سامنے بدتہذیبی کا ننگا ناچ ناچا تھا، ہمارے سامنے ہماری بہو بیٹیوں کو سر بازار نچایا گیا۔ خدا اگر مجھے پر دیدے تو میں اُڑ کر حضرت مدنی کی خدمت میں پہنچوں اور اُن سے معافی طلب کروں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باتیں سُن کر اظہار افسوس کیا اور اُن صاحب کو معاف کر دیا۔

دوسرا واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں :

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھاگل پور تشریف لائے ہوئے تھے حاجی ایوب صاحب چلمل کے توسط سے ایک نابینا آیا اور یوں عرض کرنے لگا کہ: حضرت! جب آپ لیگ کے دور میں بھاگل پور تشریف لائے تھے تو میں ہی وہ شخص تھا جس نے آپ کو کالی جھنڈی دکھائی تھی اور گالیوں کے ساتھ پتھر پھینکے تھے۔ ہوا یہ کہ واپسی کے وقت ابھی راستے ہی میں تھا کہ میری دونوں آنکھیں بصارت سے محروم ہو گئیں، توبہ کی غرض سے مسجد میں گیا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی شخص وہاں سے دھکے دے کر نکال رہا ہے۔ حضرت! میری دنیا تو برباد ہوگئی۔ اب آخرت کے لیے دُعا کر دیجیے اور میں نے جو قصور کیا ہے اُسے معاف کر دیجیے! اس شخص کا اندازِ بیان ایسا تھا کہ حاضرین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بہرحال حضرتؒ نے اُسے بڑی شفقت ومحبت سے اپنے پاس بٹھایا اور تمام حاضرین کے ساتھ اُس کے حق میں دُعا فرمائی نیز اُس کو معاف کر دیا۔

(شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی ص ۴۸ و ۵۲)

حضرت مدنیؒ کا ولایت کے اعتبار سے مرتبہ ومقام اتنا بلند ہے کہ ان کے زمانہ کے اور ان کے بعد کے زمانہ کے تمام اہل اللہ بالاتفاق ان کو سب سے بڑا ولی اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے خلفاء اور شاگردوں میں سینکڑوں اہل اللہ اور صاحب کشف وکرامات بزرگ گزرے ہیں اور بہت سے بحمد اللہ بقید حیات بھی ہیں۔ افغانستان کے پچیس سال سے جاری جہاد کے سرخیل حضرت مدنیؒ کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ ان کے فیوض وبرکات بحرِ بے کنار کی مانند ہیں، نظامی صاحب کی اس اندازِ گفتگو نے افغانستان پر امریکی جارحیت کے خلاف ان کی صحافتی خدمات کے اخلاص کو داغدار کر دیا ہے۔ پورے ملک کے دینی حلقوں میں ان خدمات کے صلہ میں جو ان کو ایک مقام حاصل ہوا تھا یکدم پاش پاش ہو گیا ہے۔ ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ شرم وعار کی پروا کیے بغیر اپنی اس گستاخی اور دل آزاری پر اللہ سے بھی معافی مانگیں اور دینی حلقوں سے بھی۔ مرحوم علامہ اقبال سے نظامی صاحب کی عقیدت ونیاز مندی بھی اسی کا تقاضہ کرتی ہے، ایک موقع پر علامہ اقبال مرحوم نے غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت اقدس مدنیؒ کے خلاف چند اشعار کہے تھے کچھ حضرات کی

کوششوں سے بعد کو اس غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا تو علامہ اقبال مرحوم نے بلا تاخیر واشگاف الفاظ میں اپنے اعتراض سے نہ صرف رجوع کیا بلکہ نیاز مندانہ کلمات سے گزشتہ رویہ کی تلافی کی۔علامہ مرحوم کی تحریر ملاحظہ فرمائیں :

''خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریۂ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا میں مولانا کے ان عقیدت مندوں کے جوشِ عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلہ میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں، خدائے تعالیٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید فرمائے نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیتِ دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں''۔(اقبال)

(اقبال کے ممدوح علماء صفحہ ۸۷)

نیز پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم جو لیگی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت ہیں لیگ کے لیے ان کی گرم جوش خدمات کسی سے مخفی نہیں ہیں۔حضرت مدنیؒ کی شان میں اپنے گستاخانہ رویہ کے خود معترف ہیں اپنے اس ناروا طرزِ عمل پر آگاہی کے بعد نادم وشرمسار ہو کر تحریر فرماتے ہیں :

''گزشتہ زندگی (۱۹۳۷ء تا ۱۹۵۴ء) میں مجھ سے جس قدر گستاخیاں حضرت اقدس مجاہد اعظم شیخ الاسلام آیۃ من آیات اللہ الصمد سیّدی وشیخی وسندی الحاج الحافظ المولوی السیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی شان رفیع البیان میں سرزد ہوئی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے غیر مشروط انداز میں اظہار ندامت اور اعتراف تقصیر اور اقرار جرم کروں اور بارگاہ ایزدی میں صدق دل سے استغفار کروں''۔(اقبال کے ممدوح علماء صفحہ ۷۵)

آگے چل کر مزید تحریر فرماتے ہیں :

اے اللہ میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں، میری لغزشوں، خطاؤں اور گستاخیوں کو معاف کردے جو میں نے اپنے شیخ طریقت، مخدوم ملت، محرم راز نبوت، واقف اسرار رسالت اور آشنائے مقام محمدی (علیہ افضل التحیۃ والثناء) کی شان میں روا رکھی تھیں۔اے اللہ اپنے مقبول بارگاہ بندوں کو توفیق عطاء فرما کہ وہ میرے حق میں معافی کے لیے دعا کریں مجھے یقین ہے کہ تو ان کے وسیلے سے

مجھ پر کرم کرے گا اور مجھے میرے شیخ ، بلکہ شیخ العرب حضرت مدنی ؒ کی نسبت عالیہ سے حصہ وافر عطا فرمائے گا اور مجھے ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ رب تقبل منی انک انت السمیع العلیم وتب علی انک انت التواب الرحیم وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ وعبدہ ورسولہ الکریم .

(اقبال کے ممدوح علماء صفحہ ۷۷)

اپنی توبہ کی مزید تکمیل کی غرض سے پروفیسر صاحب مرحوم نے غالباً والد گرامی حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کر لی تھی۔ واللہ اعلم

دوسری طرف ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سربراہ تنظیم اسلامی نے نہ معلوم کونسی مصلحت کے پیشِ نظر جناب مجید نظامی صاحب کے حضور حضرت اقدس مدنی ؒ کے ساتھ اپنے تعلق سے برأت کا اظہار کیا جبکہ واقفانِ حال پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح پہلے ہی سے واضح ہے کہ ڈاکٹر صاحب حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکاروں میں سے نہیں ہیں اور نہ پہلے کبھی تھے اگرچہ اس حقیقت کے برملا انکشاف سے ماضی میں ڈاکٹر صاحب کو ان کی مخصوص مصلحتیں روکے رہیں ہوں بلکہ اس سے بڑھ کر بعض مواقع پر انہی مصالح کی خاطر حضرت اقدس ؒ کی مدح وثناء بھی کرتے رہے ہوں۔

کون نہیں جانتا کہ عام و خاص میں سے ایسے افراد بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں جو حضرت مدنی ؒ کے پیروکاروں میں سے تو نہیں ہیں مگر ان کی مجاہدانہ خدمات اور رفعتِ شان کے خلوص دل سے معترف ہیں بلکہ عقیدت مند بھی ہیں مگر ڈاکٹر صاحب موصوف نے جس بھونڈے اور نامناسب انداز میں نظامی صاحب کے حضور حضرت مدنی ؒ کی پیروکاری سے برأت کا اظہار فرمایا اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ حضرت اقدس ؒ کی عقیدت مندی اور خدمات کا اعتراف کسی خاص مصلحت کے لیے بتکلف تو کر سکتے ہیں یا کرتے رہے ہیں لیکن خانۂ دل اس کی حلاوت سے بہر حال ناآشنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجید نظامی صاحب اور ڈاکٹر اسرار صاحب کو اپنے رہبر و راہنما مرحوم علامہ اقبال سے بھی اس درجہ عقیدت و فریفتگی نہیں جو ایک سچے پیروکار کو ہونی چاہیے ورنہ کم از کم علامہ مرحوم کی اتباع میں حضرت مدنی ؒ سے اتنی عقیدت تو رکھتے جس کا علامہ مرحوم نے برملا اظہار فرمایا ہے۔

جناب نظامی صاحب کے حضور ڈاکٹر صاحب کی خادمانہ برأت کی بظاہر کوئی دینی وجہ تو نہیں ہو سکتی کوئی دنیاوی مفاد ہی اس وقت ان کے پیشِ نظر ہو گا مگر اللہ والوں سے بیزاری اللہ کے غصہ کو دعوت دیتی ہے جس کا نقد عتاب ڈاکٹر

صاحب پر اسی وقت بھری مجلس ہی میں نازل ہوگیا کہ نظامی صاحب نے ان کی برأت کو اسی وقت پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور صحافت کی زردی ڈاکٹر صاحب کو نیلا پیلا کر گئی۔ اخبار لکھتا ہے مجید نظامی صاحب کے ان کلمات پر ڈاکٹر اسرار احمد دم بخود رہ گئے اور خالی خالی نظروں سے مجید نظامی کی طرف دیکھنے لگے۔

ڈاکٹر صاحب کی بے موقع بات کے جواب میں نظامی صاحب کی اس نامعقول اور غیر سنجیدہ گفتگو کے دسیوں معقول جواب اسی وقت دیئے جا سکتے تھے مگر ڈاکٹر صاحب سے ایک زیرک انسان ہونے کے باوجود کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ مبہوت ہو کر رہ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب انسان اللہ کو چھوڑ کر مخلوق کی خوشنودی میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق ہی کے ہاتھوں خجالت سے دوچار کرا دیتا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے مسلم جانشین ان کی روایات کے امین حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ سے بیزار ہو کر ڈاکٹر صاحب اپنے کو حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک سے کیسے وابستہ کر سکتے ہیں اس سلسلہ کی تمام محنت جو ڈاکٹر صاحب بڑی گرم جوشی سے کرتے رہے ہیں اور اس بارے جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی کے نام سے ایک کتاب بھی لکھ چکے ہیں۔ ۹ ردسمبر کے اس مکالمہ کے بعد ڈھیر ہو چکی ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر مودودی صاحب کے حالات بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں :

> ''........لیکن جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ علماء کرام اور خاص طور پر مولانا حسین احمد مدنیؒ کے عقیدت مندوں کا اکثر و بیشتر حلقہ ان سے (مودودی صاحب سے) شدید بیزار ہوگیا اور دور رس نتائج اور دیرپا عواقب کے اعتبار سے یہی چیز ان کے قدموں کی زنجیر اور ان کی ناکامی کا بڑا سبب بن گئی ! عجیب بات ہے اپنی ہی رائے سے سبق حاصل کرنے کے بجائے ڈاکٹر صاحب موصوف نے خود اپنے قدموں کی زنجیریں تیار کرنا شروع کر دیں !''

جب میرا بچپن تھا اس وقت سے ڈاکٹر صاحب موصوف کی والد گرامی حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں نیاز مندانہ آمد و رفت تھی، اسی تعلق اور عمر کی بڑائی کا تقاضا تھا کہ ادب و مروت کی حدود کا خیال رکھا جائے مگر افسوس کہ ۹ ردسمبر کے ناخوشگوار واقعہ میں خود ڈاکٹر صاحب نے اس خوشنما عمارت کو زمین بوس کر کے ہمارے لیے وہ خار دار راہیں ہموار کر دیں جن کو خواہی نہ خواہی ہم کو عبور کرنا ہی پڑ گیا۔ **فحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔**

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہ حامدیہ چشتیہ رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت جعفرؓ کی حبشہ کو ہجرت، وہاں کے بادشاہ کا قبولِ اسلام
دنیا میں ''ابوالمساکین'' آخرت میں ''طیّار''

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۳۹/سائیڈ اے ۸۴-۸-۱۷

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

حضرت آقائے نامدار ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت جعفرؓ ابتداء میں مسلمان ہوگئے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ حدیث شریف میں ان کی عادتوں کا تذکرہ ہے کہ کان جعفر یحب المساکین و یجلس الیھم ویحدثھم ویحد ثونھم ان کے مزاج میں مساکین کے ساتھ ایک طرح کی ایسی شفقت تھی کہ مسکینوں کو محبوب رکھتے تھے مسکینوں کے پاس آکر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب ایک آدمی جو کسمپُرسی کے عالم میں ہو اُس کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ میرا کوئی پُرسانِ حال ملا ہے تو اس سے باتیں بھی کرتا ہے، اپنے دل کی بات کہتا ہے پریشانی کہتا ہے پریشانی کا حل ہو یا نہ ہو کہہ دینے سے اظہار کردینے سے بھی نفسیاتی طور پر ایک طرح آدمی کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے۔ گھر میں آدمی آتا ہے پریشان ہوتا ہے جانتا ہے کہ بیوی میری کیا مدد کر سکتی ہے وہ تو عورت ہے لیکن پھر بھی بیوی سے باتیں کرتا ہے، بچوں سے باتیں کرلیتا ہے، بیٹیوں سے باتیں کرلیتا ہے اس کا غم ہلکا ہوجاتا ہے۔ تو ان کی عادت یہ تھی کہ یہ تشریف فرما ہوجاتے تھے اور اُن کے پاس نادار قسم کے کسمپُرسی کے عالم میں مبتلاء صحابہ کرام ہوتے تھے اور ممکن ہے کہ غیر صحابی کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہوں کیونکہ جب آدمی کی ایک عادت ہوتی ہے تو پھر اُس میں عموم آجاتا ہے وہ ہر ایک کے لیے ہوجاتی ہے۔

اچھا مبلغ :

تو ایسی عادت والا بڑا اچھا مبلغ ہوتا ہے لوگ اس کے قریب آتے ہیں بیٹھتے ہیں اپنی بات کہتے ہیں وہ بات سُن لیتا ہے اور پھر اُن کو کوئی رائے دے دیتا ہے، شفقت سے پیش آتا ہے تبلیغ کا کام بہت بڑا ہو سکتا ہے۔

ہجرتِ حبشہ، بادشاہ کو شکایت اور نتائج :

اور انھوں نے (تبلیغ کا کام) کیا بھی ہے، جب ہجرت کی اجازت ملی تو یہ حضرات چلے گئے حبشہ وہاں وہ رہتے رہے ان سے مل کر لوگ مسلمان ہوئے اسلام میں داخل ہوئے لیکن ان کے لیے وہ غیر علاقہ تھا اجنبی لوگوں کا ملک تھا لیکن سکون ضرور تھا تو سکون کے ساتھ عبادت کرتے رہتے تھے۔ جب وہاں ان کے کچھ اثرات بڑھے تو پھر وہاں کے لوگوں نے بادشاہ سے بات کی اور شکایت کی کہ ایسے لوگ آئے ہیں جن کے عقائد ایسے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ لوگ وہ نہیں کہتے جو ہم لوگ کہتے ہیں، وہ تو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا دربار میں پہنچے تو وہاں باتیں کرتے رہے اور بادشاہ کو بتلایا کہ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ان کی پیدائش کا واقعہ سورہ مریم میں ہے وہ تلاوت کر دیا۔ بادشاہ نے کہا یہ بات وہی ہے جو ہمارے یہاں انجیل میں ہے جو ہماری مذہبی اور صحیح بات ہے وہ یہی ہے جو انھوں نے کہی۔ اس کے بعد ملتے رہے ہوں گے یا جو بھی صورت ہوئی بادشاہ نے بہرحال اسلام قبول کر لیا۔

مشرکین کی جانب سے تعاقب :

ادھر ان کے پیچھے کفار مکہ نے حضرت عمرو ابن العاص ؓ کو بھیجا کہ جاؤ اُنھیں وہاں سے لاؤ یہ ہم سے بچ کر نکل گئے ہیں اور یہ بھی ہے کہ تبلیغ کر رہے ہوں گے، وہاں اگر طاقت بڑھ گئی تو بھی بُری بات ہے اس لیے ان کو کہیں جانے نہیں دینا چاہیے بلکہ اپنے ہی پاس رکھیں اور دبائے رکھیں اس لیے آپ جائیں اور وہاں سے لے کر آئیں۔ انھوں نے تحائف دیئے تاکہ یہ وہاں دوستی پیدا کر سکیں تعلقات بنا سکیں، خرچہ اور تحائف وغیرہ لے کر یہ وہاں پہنچ گئے تحائف ایسے لیے جو درباروالوں کے مناسب شان ہوں وزیروں کے یا خواص مملکت کے اور بادشاہ کے بھی کیونکہ بادشاہوں کے ہاں جاتے رہنا اور وہاں تقرب حاصل کرنا یہ ان لوگوں میں رہا تھا، قریش وغیرہ میں بڑے بڑے قبیلے جو تھے یہ ایسے کیا کرتے تھے تو انھیں طریقے آتے تھے آداب آتے تھے وہ وہاں پہنچ گئے اور وہاں جا کر دوستی پیدا کی۔

قریش کے نمائندوں کی بادشاہ سے ملاقات :

اور پھر مقصد ظاہر کیا تحفے تحائف لیے دیئے بادشاہ سے ٹائم مانگا تو اس نے وقت دے دیا۔ یہ بادشاہ کے پاس

گئے وہاں جو کچھ ہدایا پیش کرنے ہوں گے اپنی قوم کی طرف سے یا اہل قریش کی طرف سے وہ پیش کیے اور پھر انھوں نے اس کے سامنے سجدہ کیا تو طریقہ ان لوگوں کا یہی تھا اب رکوع کرتے تھے یا سجدہ کرتے تھے پورا جو بھی صورت ہوتی تھی وہ سجدہ ہی کہلاتی تھی اور رکوع کو بھی سجدہ کہتے ہیں۔ یہ جو قرآن پاک میں آیتیں آئی ہیں سجدہ کی اگر نماز پڑھتے وقت آدمی اس آیت کے بعد رکوع میں چلا جائے اور نیت کرے کہ میں اس آیت سجدہ کا سجدہ ادا کر رہا ہوں تو رکوع سے وہ سجدہ ادا ہو جائے گا، تو رکوع کا لفظ سجدہ پر اور سجدہ کا لفظ رکوع پر بولا جاتا ہے۔ جیسے تراویح میں ہوتا ہے کہ آیت سجدہ آئی اور امام نے بجائے اس کے کہ سجدہ کرے فقط رکوع کرلیا تو اس کی نیت کرنے سے رکوع میں وہ سجدہ تلاوت ادا ہو گیا تو عربوں میں اور دوسری جگہوں پر اس طرح کے مقامات پر جہاں جہاں ایسا ذکر آیا ہے رکوع کا لفظ سجدہ پر بولا گیا سجدہ کا لفظ رکوع پر بولا گیا۔ تو یہاں انھوں نے لمبا کیا رکوع یا سجدہ تو بادشاہ نے مہربانی سے پوچھا کیا بات ہے کیا چاہتے ہیں یہ؟ کیونکہ مقصد ان کا جو تھا وہ یہ تھا کہ بس میں کہوں گا اور بادشاہ فوراً پوری بات کردے گا۔ انھوں نے کہا کہ جی ہمارے ہاں کچھ فسادی لوگ تھے ایسے خراب عقائد والے دین سے پھر گئے تھے وہ لوگ آپ کے یہاں آئے ہوئے ہیں ہم چاہتے ہیں آپ انھیں ہمارے حوالے کردیں اور وہ واپس جائیں۔

بادشاہ کا ردِ عمل :

بادشاہ کو یہ بات سُن کر بڑا غصہ آیا اور اس نے کہا ایسے اچھے لوگوں کو تم بُرا کہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ میں انھیں تمہارے حوالے کردوں یہ تو میں نہیں کروں گا اور غصہ میں اُس نے ایک چپت اپنے ہی منہ پر مارا۔ حضرت عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں میں تو سمجھا کہ اس کے ایسی جگہ لگا ہے وہ کہ اس کی ناک ہی شاید ٹوٹ گئی اور اتنا خفا ہو جانا بادشاہ کا وہ تو بس ایسے تھا جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو تو سارے ہی لوگوں کا حال خراب ہو گیا ہو گا ان کا بھی حال خراب ہو گیا۔

معاملہ اُلٹ گیا، قریش کا نمائندہ مسلمان ہو گیا :

انھوں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ کو اتنا زیادہ تأثر ہے تو پھر یہ بادشاہ کے خلاف تو نہیں جا سکتے تو انھوں نے پھر بادشاہ کو خوش کیا اور خود اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تو یہ جو تھے شاہ حبشہ انھوں نے تو رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہیں کی ان کی وفات ہو گئی تھی اور حضرت عمرو ابن العاصؓ صحابی ہیں۔

پہیلی :

تو اگر کوئی یہ کہے کہ ایسا صحابی کون ہے جو تابعی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہو تو وہ صرف حضرت عمرو ابن العاصؓ ہیں اور کوئی نہیں ہے۔ ان کے دل میں یہ بات جم گئی کہ جناب رسول اللہ ﷺ سچے رسول ہیں، دین بھی سچا ہے اور یہ شخص

اپنے مذہب سے واقف ہے یہ اہل کتاب میں سے ہے یہ وہی (شاہ حبشہ) ہیں جن کی جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔

شاہ حبشہ کے کچھ احوال :

یہ شاہ حبشہ اپنے باپ کا اکلوتا لڑکا تھا اور اس کے چچا کے گیارہ لڑکے تھے تو جوارا کین مملکت تھے عمائدین وزراء کہہ لیا جائے یا سیکرٹری کہہ لیا جائے سیکرٹری تو یہ اب چلے ہیں اس سے پہلے تو وزراء ہی ہوتے تھے با اختیار، سیکرٹری تو ایک ''کریک'' ہو گیا وزارت کے کام میں، مددگار نہیں ہوتا بلکہ ''بریک'' لگا دیتا ہے تو اُنہوں نے یہ سوچا کہ اس بادشاہ کا تو یہ ایک ہی بیٹا ہے اگر یہ مر گیا تو پھر اس کے یہ بادشاہ ہو جائے گا اور یہ اکلوتا ہے اور اس کے بھی پتا نہیں اولاد ہو یا نہ ہو اور یہ جو بھائی ہے بادشاہ کا اس کے گیارہ لڑکے ہیں تو اس لڑکے کو بادشاہت نہ دو بلکہ اس کے جو چچا ہیں اس کو بادشاہت دے دو تو چچا کو بادشاہت دے دی اس کے گیارہ لڑکے تھے وہ گیارہ کے گیارہ اتفاق سے آوارہ نکلے بالکل نکمے بے کار اوباش۔ وہ سوچتا تھا کہ یہ ٹھیک ہو جائیں گے مگر نہیں ہوئے اور یہ جو تھے ''اصحمہ'' ان کا نام تھا ان میں بڑی اہلیت اور بڑی قابلیت تھی اور چچا کو پھر اِن ہی سے اپنی اولاد سے زیادہ محبت ہو گئی اب ایسے بھی ہو جاتا ہے اپنی اولاد کوئی لائق بننے کا اور ٹھنڈک ڈالنے کا کام ہی نہیں کرتی ہر وقت ایسی بے تکی باتیں کرتی ہے تو پھر خفگی ہوتی ہے اور بد دلی ہو جاتی ہے اور بھتیجا ہے وہ سراپا اطاعت ہے اور سمجھدار ہے تو اس پر اعتماد ہو جاتا ہے تو ان عمائدین مملکت نے پھر سوچا کہ یہ اگر مر گیا تو مرتے وقت کہہ جائے گا کہ اسے بنا دو بادشاہ تو پھر وہی بات ہو جائے گی جس سے بچنے کی خاطر ہم نے یہ کیا تھا کہ اسے (یعنی چچا کو) تخت پر بٹھایا تھا اب پھر یہ ہو جائے گا کہ یہ مرتے وقت پھر اُسے بٹھا جائے گا اور یہ اکلوتا ہے تو گمان یہ تھا کہ ممکن ہے اس کے ہاں اولاد نہ ہو یہ مر جائیگا تو پھر مصیبت بنے گی۔ بظاہر یہ ہے کہ ان کا سوچنا خیر خواہی کی نیت سے ہوگا یا انہی سے ان کے دلوں میں کوئی کد بیٹھ گئی تھی ایسی کہ ایک دفعہ تو یہ حرکت کی کہ انھیں بادشاہ بننے ہی نہیں دیا چھوٹی عمر کے بھی تو بادشاہ ہوتے ہیں کام چلاتے رہتے ہیں دوسرے لوگ اور بنائے رکھتے ہیں انھیں بادشاہ۔ ایک دفعہ تو اس وقت ان سے بُرائی کی دوسری دفعہ اب بُرائی کرنے لگے اب کے جو کی وہ تو انتہا کر دی کہ انھیں اغوا کیا اور لے جا کر بیچ دیا وہاں مختلف ممالک سے لوگ پہنچا کرتے تھے غلام خریدنے کے لیے اُن لوگوں نے ان میں شامل کر لیا ان کو اور لے جا کر بیچ دیا۔ اب ادھر یہ ہوا کہ اچانک بادشاہ پر بجلی گری اور بادشاہ ختم ہو گیا اور اس کے بیٹے وہی آوارہ اوباش تو وہ ارا کین مملکت تھے خراب آدمی لیکن اتنے خراب نہیں تھے کہ سلطنت کی تباہی کا جو حال ہو جائے گوارا ہے یہ بات نہیں تھی تو اُنھوں نے فوراً آدمی دوڑائے اور اُنھیں پکڑ کر بلوا لیا تو جس آدمی نے خریدا تھا اس نے کہا جناب ان کی قیمت تو دو مجھے تم وہ سپاہی ہوں گے کون سُنتا ہے وہ پکڑا اور لے کر

ادھر آگئے اور لا کر تخت پر بٹھادیا پھر وہ آدمی آیا جس نے ان کو خرید لیا تھا کہنے لگا کہ جناب اپنی قیمت تو آپ مجھے دے دیجیے۔ پھر انھوں نے اپنی قیمت ادا کی تو وہ کہنے لگے (عمائدین سلطنت سے) کہ یہ سلطنت تم لوگوں نے مجھے نہیں دی یہ تو خدا نے مجھے دی ہے تو میں تم لوگوں کی اتنی پروانہیں کرتا اگر تمہاری طبیعت پر (میرا اسلام لانا) بوجھ ہے یا ناگواری ہے تو ہوا کرے اس کا میں ذمہ دار نہیں ہوں صحیح بات یہی ہے جو یہ (صحابہ کرام) کہہ رہے ہیں۔ اور صحیح دین یہی ہے جو اسلام میں ہے تو انھوں نے اقرار بھی کیا اسلام قبول کیا اور خیریت سے بھی رہے اُنھیں کسی نے مارا بھی نہیں ورنہ زہر دے کر مار دیتے ہیں یہ بات بھی نہیں ہوئی ٹھیک رہے اپنے وقت پر اُن کی وفات ہوئی تو اُنھوں (نجاشی) نے یہ جملہ کہا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرماتھے بعد میں یہ واپس آئے ہیں واپس آئے ہیں تو وہ وقت وہ تھا کہ جب خیبر فتح ہو گیا تھا خیبر کے فتح ہونے کے بعد جناب رسالت مآب ﷺ کے ساتھ رہے پھر اس طرح ہوا کہ صلح حدیبیہ کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے جگہ جگہ بادشاہوں کو والیانِ سلطنت کو والا نامے تحریر فرمائے ہیں مصر کے بادشاہ ''مقوقس'' کے نام بھی ہے جواب بھی موجود ہے اس کا فوٹو چھپا ہوا ہے۔ اسی طرح سے روم کے بادشاہ کے نام بھی بھیجا جسے روم کہتے ہیں یہ پایہ تخت ہے یہیں سے یہ (رومی) لوگ آگے بڑھے تھے۔

نمرود کی قوم فلسفی اور سائنسدان :

ہوا یہ ہے کہ نمرود تو مبتلا عذاب ہو کر مر گیا اس کی قوم بڑی فلسفی اور سائنسدان تھی سائنسی ایجادات انھوں نے بہت بہت کیں تعمیرات میں بھی اُنھوں نے بہت بڑا ملکہ حاصل کیا تھا لیکن جب اُن پر عذاب آیا ہے تو وہ سب عمارتیں تباہ ہو گئیں چودھویں پارہ میں اس کا ذکر ہے۔ **قد مکر الذین من قبلھم فاتی اللہ بنیانھم من القواعد فخر علیھم السقف من فوقھم واتھم العذاب من حیث لا یشعرون** عذاب جب آتا ہے تو خدا پناہ میں رکھے وہاں سے آتا ہے جہاں انسان کا گمان بھی نہیں جاتا، اُدھر سے عذاب آتا ہے جب مطمئن ہوتا ہے تب گرفت آجاتی ہے سمجھتا ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا بالکل ٹھیک ہوں اُسی وقت گرفت آجاتی ہے تو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تو وہ لوگ سائنس دان تھے اُنھوں نے عجیب عجیب چیزیں ایجاد کر رکھی تھیں جو عام سمجھ میں نہیں آسکتی تھیں جیسے کہ اگر کوئی آدمی شہر کے دروازہ پر آتا تو گھنٹیاں بجنی شروع ہو جاتی تھیں شہر میں تو سارے لوگ ہوشیار ہو جاتے تھے کہ کوئی آیا ہے کوئی خطرناک چیز ایسی پیش آئی ہے گویا اُنھوں نے ایسا کنکشن دے رکھا تھا یہاں سے کہ جو آدمی یہاں کھڑا ہو تو گھنٹی بجتی ہے اب وہ گھنٹیاں بجتی تھی تو لوگ سمجھتے تھے کہ کوئی جادو ہے تو اُس کا نام ''طلسم'' رکھ دیتے تھے تو یہ سب سائنسی چیزیں تھیں پھر ایک دور آیا ایسا کہ ان لوگوں نے عروج پکڑا اور یہ پھیلتے پھیلتے یہاں عراق سے شروع ہوئے اور ترکی کا علاقہ بھی انھوں نے فتح کر لیا شام کا علاقہ بھی فتح کر لیا

سب علاقے ان کے زیر نگیں آ گئے اور پھر آگے بڑھے یورپ میں بھی اٹلی کی طرف۔

رُومیوں کے احوال :

لیکن اتنے میں ایک عیسائی بادشاہ نے ان کے مقابلے کے لیے تیاری کی اور پھر اُس نے مقابلے میں جیتنا شروع کر دیا، جیتے جیتے وہ اتنا بڑھا کہ ترکی کا سارا علاقہ لے لیا فلسطین ہے اُردن ہے لبنان ہے شام ہے سارے علاقے پر اس کا قبضہ ہو گیا تو پانچ سو سات سال ان لوگوں کی حکومت رہی اور ان میں چالیس بادشاہ گزرے ہیں حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ لوگ نکلے ہیں پھر انھوں نے قسطنطنیہ میں دارالخلافہ بنایا ہے تو یہ رومی کہلاتے ہیں ان کا بادشاہ جو تھا ''ہرقل'' اُس کے نام بھی جناب رسول اللہ ﷺ نے والا نامہ تحریر فرمایا وہ عیسائی تھا اُس نے اسلام قبول نہیں کیا تعریف ضرور کرتا رہا ہے حد سے زیادہ تعریف کی ہے اُس نے یعنی وہ پوری طرح جانتا تھا کہ یہ خدا کے رسول ہیں مانتا نہیں تھا تو اسلام جو نام ہے وہ صرف جاننے کا نہیں ہے بلکہ اسلام مکمل ہوتا ہے ماننے پر کہ آدمی اُسے مانے بھی اس کا نام ہے ''اقرار'' کہ اقرار کرے اسلام کے بڑے ہونے کا یہ ضروری ہے یہ نہیں کیا اُس نے۔

ایرانیوں کے احوال :

اور ایک ''کسریٰ'' تھا یعنی اعراق کا اور ایران کا بادشاہ اس کے نام والا نامہ تحریر فرمایا وہ بدبخت اتنا مست تھا کہ اُس نے والا نامہ چاک کر دیا اور سفیر کے ساتھ جسے بھیجا گیا تھا بُرا سلوک کیا تو قاصد کے ساتھ بُرا سلوک کرنا بہت بُری بات ہے اور یہ پہلے بھی بُری بات تھی اور آج بھی بُری بات ہے۔ یہ جو سفیر ہوتے ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ بدسلوکی کی جائے تو سفیر کہے گا میں جا رہا ہوں اور دونوں ملکوں کے تعلقات خراب ہو جائیں گے اور تعلقات ٹھیک ہوتے ہیں تو سفیر آتا ہے ورنہ سفیر ہی نہیں آتا۔

یہ اعلانِ جنگ تھا :

اور اس طرح کا معاملہ کرنا کہ اُس نے گرامی نامہ چاک کر دیا یہ تو گویا ایک انتہا درجہ کی گستاخی ہے اور اعلانِ جنگ ہو گیا اور اُنھوں نے یہ ایسی بدتمیزی کی تھی کہ ان کو پھر سبق سکھانا ضروری ہو گیا تھا اُس زمانے کے رواج کے مطابق بھی اور آج کے مطابق بھی یہی ہے جہاں ایسی چیزیں ہوتی ہیں تو آج بھی اس پر کارروائی ہوتی ہے۔

موجودہ رواج اور مثال :

یہ ویت نام نے جب زیادہ گڑبڑ کی تھی تو چین نے ان کے جو سرحدی چار پانچ ضلعے تھے سارے ضلعوں کو توڑ

پھوڑ کر بیکار کر دیا کہ اب انھیں بناتے رہو۔ یہاں سے تم زیادتی کرنے کے لیے ہمارے پاس آتے ہو تو سرحدی چار پانچ ضلعے جو تھے ان کو ختم کر دیا جیسے ہمارے یہ ضلعے ہیں کتنے ضلعے بنتے ہیں ڈیرا اسماعیل خان ہے کوہاٹ ہے بنوں ہے پشاور ہے مردان ہے ہزارہ یہ سارا علاقہ بنتا ہے یہ چھ ضلعے بنتے ہیں اسی طرح اس نے اس کی جو سرحد بنتی تھی وہ پانچ ضلعے وہ سب تباہ کر دیئے اور پھر اپنی فوجیں واپس نکال لیں تو طرح طرح کے طریقے چلے آئے ہیں۔

مسلمانوں پر اُدھار :

تو مسلمانوں کے ذمہ یہ اُدھار بن گیا کہ اپنے رسول ﷺ کی اہانت کا بدلہ لیں کیونکہ انھوں نے گویا جنگ چھیڑ دی تھی۔

عیسائیوں کی جانب سے لڑائی میں پہل :

اس طرح سے جب ہرقل کے ہاں والا نامہ پہنچا ہے تو اس نے بڑی تعریف کی لیکن لوگ نہیں مانے۔ ان کا ایک آدمی بھی نہیں تھا جو یہ مان جائے کہ اسلام کو مان لو۔ رسول اللہ ﷺ کو مان لو سب کے سب خلاف تھے تو پھر بادشاہ نے ارادہ کیا دوسری تدبیریں کیں جو بادشاہوں کی ہوا کرتی ہیں کہ ان (مسلمانوں) کو آگے بڑھنے ہی نہ دو کچلو انھیں تو اس نے پھر یہ تدبیر کی کہ ایک لشکر بھیج دیا مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے چھیڑ چھاڑ کے لیے تو مسلمانوں کو اچانک اطلاع ملی کہ رومیوں کی طرف سے ایک لشکر آ رہا ہے اب روم تو بہت بڑی طاقت تھی جیسے کہ روس ہے یا امریکہ ہے ایسے ہی اُس زمانہ میں روم یا ایران یہی دو بڑی طاقتیں تھیں۔ ایک لڑائی ہوئی تو ایرانیوں نے اُن کا علاقہ چھین لیا پھر انھوں نے تیاری کی نو سال بعد جا کر اس قابل ہوئے کہ اپنا علاقہ ایرانیوں سے واپس لیا۔ قرآن پاک میں ہے۔ **غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین .** (سورہ روم پارہ ۲۱ رکوع ۴) یہ قرآن پاک میں گویا آئندہ کی پیشن گوئی تھی کہ ایسے ہوگا غالب آجائیں گے یہ (رومی) لوگ لیکن تیاری کرنی پڑی تو دو ہی طاقتیں تھیں بہت بڑی بڑی جیسے آج دو طاقتیں بنی ہوئی ہیں تو ان میں ایک بڑی طاقت کا ایک لشکر گویا وہاں (موتہ) آ رہا تھا۔

سپر طاقت اور حضرت جعفرؓ :

وہاں جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ایک تھے حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ ان کو بھیجا اور ایک تھے جناب رسول اللہ ﷺ کے چہیتے خادم حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کو بھیجا، ان تین کو بھیجا اور فرمایا کہ اگر ایسے ہو جائے کہ یہ نہ رہیں اور شہید ہو جائیں تو پھر یہ اور یہ شہید ہو جائیں تو پھر یہ اور یہ شہید ہو جائیں تو پھر یہ۔

لڑائی کا ضابطہ :

اس زمانہ میں لڑائی کا دستور یہ تھا کہ جو سردار ہوتا تھا وہ جھنڈا لیتا تھا یا سردار اپنے آدمیوں میں جس کو بڑا بہادر سمجھتا تھا اُسے جھنڈا دیا کرتا تھا اور نہ خود سردار جھنڈا اُٹھاتا تھا جیسے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مثلاً کبھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی جھنڈا اُٹھایا کرتے تھے بجائے رسول اللہ ﷺ کے تو جو سردار تھا وہ جھنڈا بھی اُٹھایا کرتا تھا اور پھر جہاں جھنڈا ہوتا تھا وہاں حملہ خوب ہوتا تھا کیونکہ یہ علامت ہوتی تھی جھنڈا کہ وہ ابھی تک قائم ہیں اور جھنڈا گرنا علامت ہوتی تھی کہ اب وہ ختم ہوگئے ہیں اب اُنھیں شکست ہوگئی ہے تو جھنڈے کے لیے تو زبردست کھینچا تانی ہوتی تھی تو ان رُومیوں کی تعداد بہت تھی اور مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اور جھنڈا گرنے کے بعد جو لڑنے والے ہوتے تھے وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ ہمیں شکست ہوگئی ہے ان کے بھی حوصلے پست ہو جاتے تھے اس لیے جھنڈا پکڑنے والا اپنی پوری قوت صرف کرتا تھا کہ میں جھنڈا پکڑے رہوں۔

حضرت جعفرؓ کی بہادری :

تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جب نمبر آیا تو ان پر حملہ کرنے والوں نے حملہ کیا تو ان کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو انھوں نے پھر اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا پھر جب وہ بھی کٹ گیا تو کٹے ہوئے ہاتھوں سے پکڑ لیا اب ان پر بارش ہوئی تیروں کی تلواروں کی نیزوں کی تو ان کے جسم کا سامنے کا حصہ جو تھا وہ تو پہچاننے کے قابل بھی نہیں رہا کیونکہ اُس پر تو نوے کے قریب زخم تھے جب نوے کے قریب زخم ہوں تو پھر وہ پہچاننے کے قابل بھی نہیں رہتا لیکن سب آگے تھے پُشت پر کوئی نہ تھا پھر لڑائی بند ہوگئی اُس دن وقت ختم ہوگیا تھا۔

حضرت خالدؓ کی حکمت عملی :

اگلے دن لڑائی شروع ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر کو ترتیب دیا اس طرح کہ وہ دُور کھڑے ہوں کہ اگلی صف میں جہاں آدمی نہیں ہیں پچھلی صف میں وہاں آدمی کھڑا ہو تو لشکر دوگنا لگنے لگا ایک تو ان پر یہ اثر پڑا کہ لشکر معلوم ہوتا تھا انھیں کہ دوگنا ہوگیا ہے معلوم ہوتا تھا کہ رات رات میں ان کے پاس مدد پہنچی ہے تو اسی سے ان کے حوصلے پست ہونے شروع گئے پھر خدا نے کیا انھیں کامیابی ہوگئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ یہاں بتلا رہے تھے کہ دیکھو یہ ہو رہا ہے یہ ہو رہا ہے اور فلاں شہید ہوگئے فلاں شہید ہوگئے فلاں شہید ہوگئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آقائے نامدار ﷺ نے بتلایا کہ انھوں نے خدا کے لیے اتنی بڑی قربانی دی کہ ایک ہاتھ کٹ گیا تو دوسرے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا لے لیا دوسرا کٹ گیا تو دونوں ٹُنڈے ہاتھوں سے پکڑے رہے اور زخمی ہوتے رہے اور اپنے آپ کو بچا ہی نہیں سکتے تھے وہ مارتے

لڑائی کا ضابطہ :

اس زمانہ میں لڑائی کا دستور یہ تھا کہ جو سردار ہوتا تھا وہ جھنڈا لیتا تھا یا سردار اپنے آدمیوں میں جس کو بڑا بہادر سمجھتا تھا اُسے جھنڈا دیا کرتا تھا ورنہ خود سردار جھنڈا اُٹھاتا تھا جیسے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مثلاً کبھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی جھنڈا اُٹھایا کرتے تھے بجائے رسول اللہ ﷺ کے تو جو سردار تھا وہ جھنڈا بھی اُٹھایا کرتا تھا اور پھر جہاں جھنڈا ہوتا تھا وہاں حملہ خوب ہوتا تھا کیونکہ یہ علامت ہوتی تھی جھنڈا کہ وہ ابھی تک قائم ہیں اور جھنڈا گرنا علامت ہوتی تھی کہ اب وہ ختم ہوگئے ہیں اب اُنھیں شکست ہوگئی ہے تو جھنڈے کے لیے تو زبردست کھینچا تانی ہوتی تھی تو ان رُومیوں کی تعداد بہت تھی اور مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اور جھنڈا گرنے کے بعد جو لڑنے والے ہوتے تھے وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ ہمیں شکست ہوگئی ہے ان کے بھی حوصلے پست ہوجاتے تھے اس لیے جھنڈا پکڑنے والا اپنی پوری قوت صرف کرتا تھا کہ میں جھنڈا پکڑے رہوں۔

حضرت جعفرؓ کی بہادری :

تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جب نمبر آیا تو ان پر حملہ کرنے والوں نے حملہ کیا تو ان کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو انھوں نے پھر اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا پھر جب وہ بھی کٹ گیا تو کٹے ہوئے ہاتھوں سے پکڑ لیا اب ان پر بارش ہوئی تیروں کی تلواروں کی نیزوں کی تو ان کے جسم کا سامنے کا حصہ جو تھا وہ تو پہچاننے کے قابل بھی نہیں رہا کیونکہ اُس پر تو نوے کے قریب زخم تھے جب نوے کے قریب زخم ہوں تو پھر وہ پہچاننے کے قابل بھی نہیں رہتا لیکن سب آگے تھے پُشت پر کوئی نہ تھا پھر لڑائی بند ہوگئی اُس دن وقت ختم ہوگیا تھا۔

حضرت خالدؓ کی حکمت عملی :

اگلے دن لڑائی شروع ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر کو ترتیب دیا اس طرح کہ وہ دُور دُور کھڑے ہوں کہ اگلی صف میں جہاں آدمی نہیں ہیں پچھلی صف میں وہاں آدمی کھڑا ہو تو لشکر دوگنا لگنے لگا ایک تو ان پر یہ اثر پڑا کہ لشکر معلوم ہوتا تھا انھیں کہ دوگنا ہوگیا ہے معلوم ہوتا تھا کہ رات رات میں ان کے پاس مدد پہنچی ہے تو اسی سے ان کے حوصلے پست ہونے شروع گئے پھر خدا نے کیا انھیں کامیابی ہوگئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ یہاں بتلا رہے تھے کہ دیکھو یہ ہو رہا ہے یہ ہو رہا ہے اور فلاں شہید ہوگئے فلاں شہید ہوگئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آقائے نامدار ﷺ نے بتلایا کہ انھوں نے خدا کے لیے اتنی بڑی قربانی دی کہ ایک ہاتھ کٹ گیا تو دوسرے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا لے لیا دوسرا کٹ گیا تو دونوں ٹُنڈے ہاتھوں سے پکڑے رہے اور زخمی ہوتے رہے اور اپنے آپ کو بچا ہی نہیں سکتے تھے وہ مارتے

رہے اور زخم لگتے رہے اور جھنڈا نہیں چھوڑا۔

حضرت جعفرؓ اور خدائی انعام :

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلے ایک مزید چیز عنایت فرمادی وہ ''پر'' عنایت بھی فرمادیئے تو ان پروں سے جیسے جہاز کے ذریعے سفر کیا جاتا ہے ویسے یہ پروں کے ذریعے جاسکتے ہیں اور ان کی روح کو اجازت ہے کہ وہ جنت میں چلی جائے جیسے شہدا کی ارواح کو اجازت ہوتی ہے کہ اُن کی رُوحیں جنت میں جاسکتی ہیں اور وہاں کا رزق بھی حاصل کرسکتی ہیں کھا پی بھی سکتی ہیں رُوحانی چیزیں ہیں غذائیں بھی رُوحانی ہیں مادیت سے پاک ہیں وہ غذائیں لیکن جسم سمیت داخلہ ابھی نہیں جسم سمیت داخلہ وہ قیامت کے بعد ہوگا بغیر جسم کے رُوح کا داخل ہونا ثابت ہے اور اُن کا جو ٹھکانہ اور مستقر بتایا گیا وہ قندیل ہیں عرشِ الٰہی کے نیچے اُن میں ان کا ٹھکانا ہے۔

حضرت جعفرؓ کا لقب :

تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا میں نے جعفرؓ کو دیکھا ہے کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اُڑتے ہیں جیسے وہ ویسے ہی ہیں اس طرح سے خدا نے اُن کو بڑا درجہ دیا ہے تو ان کے نام کے ساتھ ہی لفظ ''طَیَّار'' لگ گیا طَیَّار کے معنٰی اُڑنے والا ہوائی جہاز کو بھی طیارہ کہتے ہیں۔

مسکینوں کے غم گُسار :

آقائے نامدار ﷺ ان کی عادات کی وجہ سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ ''ابوالمساکین'' ہیں مسکینوں کے باپ یا مسکینوں کے سرپرست یا مسکینوں والے۔ ''اَبُ'' کا لفظ والے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ''ابوالمساکین'' مسکینوں والے ابوالمساکین کنیت ہوگئی، مسکینوں کے لیے ایسے ہوگئے جیسے باپ ہوتا ہے تو یہ ان کی عادات تھیں اور یہ رشتہ تھا جناب رسول اللہ ﷺ سے پھر یہ کارنامہ ہوا جو اُنھوں نے انجام دیا بہادری کا جس کی مثالیں ہی کم ملتی ہیں۔ اتنی بڑی بہادری اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا ہے کہ ابھی سے ان کی وہ کیفیت نہیں ہے جیسی عام مُردوں کی ہوتی ہے کہ وہ سوئے ہوئے ہیں صالح نیک لوگ جو ہیں ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ سوگئے ہیں اور سونے کے بعد پتا نہیں چلتا جب صبح ہوتی ہے تو پتا چلتا ہے اور پتا ہی نہیں چلتا کہ کتنا وقت گزرا تو اسی طریقہ پر میت کو بھی پتا نہیں چلتا کہ کتنا وقت گزرا یہاں تک کہ قیامت آجاتی ہے مگر ان کا یہ حال نہیں ہے اس سے بہتر حال ہے انھیں پتا چلتا ہے وہ وہاں باشعور ہیں اُڑ رہے ہیں چل رہے ہیں پھر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ درجات عطا فرمائے اور یہ سب اسلام کی خدمت کی وجہ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے اسلام کی خدمت لے اور ان حضرات کا ساتھ عطا فرمائے آمین۔

وفیات

حضرت اقدس بانی جامعہ قدس سرہ العزیز کی ہمشیرہ صاحبہ ۱۶؍رمضان المبارک کو طویل علالت کے بعد دیوبند انڈیا میں وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہت عابدہ صابرہ خاتون تھیں۔ اس حادثہ پر ہندو پاک میں آباد حضرت اقدس کے خانوادہ کی خدمت میں اہل ادارہ تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں اور دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

☆

جامعہ مدنیہ کے شعبہ قرأت کے استاذ جناب قاری ادریس صاحب کے بہنوئی شوال کے پہلے عشرہ میں دماغ کی شریان پھٹنے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ مرحوم ضلع قصور کے سرحدی گاؤں چٹھیانوالہ میں عرصہ دراز سے خطیب تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے بچوں کی کفالت فرمائے۔ آمین۔

☆

۳۰؍دسمبر کو محترم الحاج بھائی فیروز صاحب کے بہنوئی جناب عبدالغفار صاحب حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چند سال پہلے تک ماہنامہ انوارِ مدینہ مرحوم ہی کے پریس سے طبع ہوتا تھا مرحوم ایک ملنسار طبع انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔

☆

کریم پارک کے حاجی مشتاق صاحب کی اہلیہ دسمبر کے آخری عشرہ میں اچانک دماغ کی شریان پھٹنے کی وجہ سے انتقال کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کو ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی۔ قارئین کرام سے بھی یہی درخواست ہے۔

حج کے احکام

حج کے واجب ہونے کی شرائط :

یہ وہ شرطیں ہیں جن کے پائے جانے سے حج فرض ہو جاتا ہے اور ان میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو حج بالکل فرض نہیں ہوتا اور کسی دوسرے سے حج کرانا اور وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہوتا۔ یہ سات شرطیں ہیں :

(۱) اسلام

(۲) حج کی فرضیت کا علم ہونا۔ لیکن جو شخص دار الاسلام یعنی مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہے اس کے لیے یہ شرط نہیں بلکہ دار السلام میں رہنا کافی ہے چاہے اس کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو۔ ہاں جو مسلمان دار الحرب یعنی کفار کے ملک میں رہتا ہے اس کے لیے علم ہونا ضروری ہے۔

(۳) عاقل ہونا۔ اس لیے پاگل پر حج فرض نہیں۔

(۴) بالغ ہونا۔ اس لیے نابالغ پر حج فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا۔ اس لیے غلام اور باندی پر حج فرض نہیں۔

(۶) استطاعت وقدرت۔

مسئلہ : جو لوگ مکہ مکرمہ میں یا مکہ مکرمہ کے پاس نہیں رہتے ان پر حج فرض ہونے کے لیے استطاعت یعنی سواری اور اتنا سرمایہ ہونا شرط ہے کہ وہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک جا سکیں اور واپس آ سکیں۔

یہ سرمایہ ان ضروریات کے علاوہ ہونا چاہیے جیسے رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، اسباب خانہ داری، نوکر چاکر (اگر ہوں) اور اپنے اہل وعیال کا خرچ واپسی تک، قرض، سواری، اپنے پیشے کے آلات۔

مسئلہ : دکاندار کے لیے اتنا سامان تجارت جس سے گزر اوقات کر سکے۔ اور کاشتکار کے لیے ہل بیل اور عالم کے لیے ضروری کتابیں ضروریات میں سے ہیں۔ ان چیزوں کے علاوہ جو سرمایہ ہوگا وہ حج کے فرض ہونے کے لیے معتبر ہوگا اور ہر پیشہ والے کا یہی حکم ہے کہ اس کے پیشے کے اوزار اور ضروری سامان اس کی ضروریات میں شمار ہوں گے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص حج کرنے کے لیے کسی کو مال ہبہ کرتا ہے تو اس کا قبول کرنا واجب نہیں خواہ ہبہ کرنے والا اجنبی شخص ہو یا اپنا رشتہ دار ماں باپ بیٹا وغیرہ۔ لیکن اگر اتنا مال کسی نے ہبہ کیا اور اس کو قبول کر لیا تو حج فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ : کسی کے پاس ایسا مکان ہے کہ ضرورت سے زائد ہے یا ضرورت سے زائد سامان ہے یا کسی عالم کے پاس ضرورت سے زائد کتابیں ہیں یا زمین اور باغ وغیرہ ہے کہ اس کی آمدنی کا محتاج نہیں ہے اور ان کی اتنی مالیت ہے

کہ ان کو بیچ کر حج کر سکتا ہے تو ان کو حج کے لیے بیچنا واجب ہے۔

مسئلہ : کسی کے پاس اتنا بڑا مکان ہے کہ اس کا تھوڑا سا حصہ رہنے کے لیے کافی ہے اور باقی کو بیچ کر حج کر سکتا ہے تو اس کو بیچنا واجب نہیں ہے لیکن اگر ایسا کرے تو افضل ہے۔

مسئلہ : ایک شخص کے پاس اتنا بڑا مکان ہے کہ اس کو بیچ کر حج بھی کر سکتا ہے اور چھوٹا سا مکان بھی خرید سکتا ہے تو اس کا بیچنا ضروری نہیں۔ اگر بیچ کر حج کرے تو افضل ہے۔

مسئلہ : اگر کسی کے پاس اتنی مزروعہ زمین ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑی سی فروخت کر دے تو اس کے حج کا خرچ اور اہل وعیال کا واپسی تک کا خرچ نکل آئے گا اور باقی زمین اتنی بچ رہے گی کہ واپس آ کر اس سے گزر کر سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہے اور اگر فروخت کرنے کے بعد گزر کے لائق نہیں بچتی تو حج فرض نہیں۔

مسئلہ : ایک شخص کے پاس حج کے لائق مال موجود ہے لیکن اس کو مکان کی ضرورت ہے تو اگر حج کے جانے کا (یا حج کے لیے خرچ جمع کرانے کا) وقت یہی ہے تو اس کو حج کرنا فرض ہے۔ مکان میں صرف کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ وقت ابھی نہیں آیا تو مکان میں صرف کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : حرام مال سے حج کرنا حرام ہے۔ اگر اس نے کیا تو فرض تو ساقط ہو جائے گا مگر حج مقبول نہ ہوگا۔

مسئلہ : اگر کسی شخص کے پاس حج کے لائق روپیہ موجود ہے اور وہ نکاح بھی کرنا چاہتا ہے تو اگر حاجیوں کے جانے کا یا حج کا خرچ جمع کرانے کا وقت ہے تو اس کو حج کرنا واجب ہے اور اگر ابھی وہ وقت نہیں آیا تو نکاح کر سکتا ہے لیکن اگر یہ یقین ہے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو پہلے نکاح کرے حج نہ کرے۔

(۷) حج کا وقت ہونا۔ یعنی حج کے مہینے ہوں جو کہ یہ ہیں شوال، ذیقعدہ اور ذالحجہ کے دس روز یا ایسا وقت ہو کہ اس جگہ کے لوگ عام طور سے اس وقت حج کو جاتے ہیں۔

حج کی ادائیگی کے وجوب کی شرائط :

یہ وہ شرائط ہیں کہ حج کا وجوب تو ان کے پائے جانے پر موقوف نہیں لیکن ادا کرنا ان شرائط کے پائے جانے کے وقت واجب ہوتا ہے۔ اگر وجوب اور وجوبِ ادا دونوں کی شرائط موجود ہوں تو پھر انسان کو خود حج کرنا فرض ہے اور اگر وجوب کی تمام شرائط موجود ہوں لیکن وجوب ادا کی شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو تو پھر خود حج کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ ایسی صورت میں اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص سے فی الحال حج کرانا یا بعد میں حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس قسم کی پانچ شرطیں ہیں :

(۱) تندرست ہونا۔

مسئلہ : اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جو شخص تندرست نہ ہو مریض ہو یا اندھا ہو یا مفلوج ہو یا لنگڑا وغیرہ ہو اور خود سفر نہ کرسکتا ہو اور حج کی تمام شرائط موجود ہوں تو اس پر حج فرض ہوتا ہے یا نہیں۔ بہت سے علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ اس پر حج واجب ہے اور ان کے قول کے موافق ایسا شخص اگر حج نہ کر سکے تو اس پر حج بدل کرانا یا اس کی وصیت کرنا واجب ہے اور اگر خود حج کرلے گا تو حج ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ اس کو معذور ہونے کی حالت میں حج کی استطاعت حاصل ہوئی ہو۔ اگر صحت کی حالت میں حج فرض ہو چکا تھا پھر بیمار اور معذور ہو گیا تو بالاتفاق اس پر حج واجب ہے اور اس کو حج کرانا اور وصیت کرنی واجب ہے۔

(۲) قید کا نہ ہونا یا حاکم کی طرف سے ممانعت کا نہ ہونا۔

(۳) راستہ پُر امن ہونا۔

مسئلہ : اگر کچھ رشوت دے کر راستہ میں امن مل جاتا ہے تو راستہ پُر امن سمجھا جائیگا اور ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینی جائز ہے۔ دینے والا گناہگار نہ ہوگا لینے والا گناہگار ہوگا۔

(۴) عورت کے لیے محرم ہونا۔

عورت اگر محرم یا شوہر کو ساتھ لیے بغیر حج کو جائے تو حج تو ہو جائے گا لیکن گناہگار ہوگی۔

مسئلہ : عورت کو دوسری عورتوں کے ساتھ بھی بلا محرم جانا جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر محرم یا شوہر اپنے خرچ سے جانے پر تیار نہ ہو یا اس کے پاس خرچہ ہی نہ ہو تو اس کا خرچہ بھی عورت کے ذمہ ہوگا اور ایسی صورت میں محرم اور شوہر کے خرچے پر قادر ہونا بھی عورت پر وجوب حج کے لیے شرط ہوگا۔

مسئلہ : محرم عاقل اور بالغ یا بلوغت کے قریب ہو اور اس پر امن ہو۔

(۵) عورت کا عدت میں نہ ہونا۔

مسئلہ : عورت عدت کی حالت میں اگر حج کرے گی تو حج ہو جائیگا لیکن گناہگار ہوگی۔

چند متفرق مسائل :

مسئلہ : کسی کے پاس حج کا خرچ جمع کرانے کے وقت سے لے کر آخری جہاز جانے تک کسی بھی وقت میں حج کے لائق سرمایہ حاصل ہو جائے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے اگر چہ حکومتی پابندیوں کی وجہ سے اس سال وہ حج نہ کر سکے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کے لیے چلا گیا۔ پھر اس کو اپنے ملک واپس آنا پڑا اور اس کے

پاس حج کا خرچہ نہیں ہے تو اس پر حج فرض ہو چکا کیونکہ حج کے مہینوں میں وہ مکہ مکرمہ میں تھا اور اس وقت چونکہ آنے جانے کے کرایہ کی ضرورت نہ تھی اس لیے اس پر حج فرض ہو گیا تھا بشرطیکہ اس کے پاس باقی اخراجات کے لیے رقم ہو۔

مسئلہ : کچھ لوگ رمضان میں عمرہ کے لیے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حج کر کے واپس آئیں جبکہ وہاں کی حکومت عمرہ کے بعد ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتی البتہ ایک عرصہ کے بعد چھپے ہوئے لوگوں کو حج کی عام اجازت دے دیتی ہے۔ جو لوگ اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ واپس جا کر پھر دوبارہ حج کے لیے آسکیں ان کے لیے گنجائش ہے کہ وہ حج تک ٹھہر جائیں اور جو استطاعت رکھتے ہیں ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ واپس چلے آئیں۔

مسئلہ : ایک پاکستانی شخص مثلاً ایسے وقت میں حج کے لیے گیا کہ ذوالحجہ سے پہلے مدینہ منورہ جائے بغیر یا وہاں سے اوپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرے گا پھر حج کے لیے منٰی جائے گا تو یہ شخص مقیم ہے اور منٰی و عرفات میں یہ شخص پوری نماز پڑھے گا اور قربانی کے دنوں میں (دم تمتع کے علاوہ) قربانی بھی اس پر واجب ہوگی اور اگر کسی کا حج کے لیے منٰی جانے سے پہلے مکہ مکرمہ میں پندرہ دن سے کم قیام ہو تو وہ مقیم نہیں اور یہ قصر بھی کرے گا اور اس پر قربانی بھی واجب نہیں ہوگی۔

حج کی تفصیل

حج کے فرائض

حج کے اصل فرض تین ہیں :

(۱) احرام یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک کے کلمات کہنا۔

(۲) وقوفِ عرفات یعنی ۹ رذی الحجہ کو زوال آفتاب کے وقت سے ۱۰ رذی الحجہ کی صبح صادق تک عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) طوافِ زیارت جو دسویں ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارھویں ذی الحجہ تک سر کے بال منڈوانے یا کتروانے کے بعد کیا جاتا ہے۔

مسئلہ : ان تینوں فرضوں میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو حج صحیح نہیں ہوتا اور اس کی تلافی دم یعنی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ : ان تین فرائض کا ترتیب وار ادا کرنا اور ہر فرض کو اس کے مخصوص مکان اور وقت میں کرنا فرض ہے۔

مسئلہ : وقوفِ عرفات سے پہلے جماع کا ترک کرنا بھی واجب ہے بلکہ فرائض کے ساتھ ملحق ہے۔

تنبیہ : اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع کرلیا تو حج فاسد ہوگیا اگر مرد اور عورت دونوں محرم تھے تو دونوں پر ایک ایک دم واجب ہوگا اور حج کے باقی افعال صحیح حج کی مثل کرنے ہوں گے اور ممنوعات احرام سے بچنا ضروری ہوگا اگر کسی ممنوع کا ارتکاب کیا تو اس کا کفارہ واجب ہوگا اور آئندہ سال حج کی قضا لازم ہوگی۔

حج کے ارکان :

حج کے دو رکن ہیں :طواف زیارت اور وقوف عرفہ

حج کے واجبات :

حج کے واجبات چھ ہیں :

(۱) مزدلفہ میں وقوف کے وقت یعنی صبح صادق کے بعد ٹھہرنا اگرچہ ایک گھڑی ہو۔ اگر راستہ چلتے بھی اس وقت میں مزدلفہ میں سے گزر جائے تو وقوف ہو جائے گا۔

(۲) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(۳) رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا۔

(۴) قران اور تمتع کرنے والے کو تمتع اور قران کے شکرانہ کا دم دینا۔

(۵) حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا تقصیر یعنی ایک پورے کے بقدر بال کتروانا۔

(۶) آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طواف وداع کرنا۔

مسئلہ : واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے گا تو حج تو ہو جائے گا خواہ قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر لیکن اس کی جزا لازم ہوگی۔ البتہ اگر کوئی فعل کسی معتبر عذر کی وجہ سے چھوٹ گیا ہو تو جزا لازم نہیں آئے گی۔

حج کی سنتیں :

(۱) وہ آفاقی جو حج افراد یا حج قران کرے اس کو طواف قدوم کرنا۔

(۲) طواف قدوم میں رمل کرنا۔ جبکہ اس کے بعد صفا مروہ کی سعی کا بھی ارادہ ہو۔ اگر اس میں نہ کیا ہو تو پھر طواف زیارت یا طواف وداع میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے۔

(۳) امام کا تین مقام پر خطبہ پڑھنا۔ ساتویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں اور نویں ذی الحجہ کو عرفات میں اور گیارہویں کو منٰی میں۔

بقیہ: صفحہ ۵۹

توجہ فرمائیں...... فہم دین کورس

آپ کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو دین کے صحیح علم و فہم سے آپ بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر **جامعہ مدنیہ لاہور کے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب** نے اردو زبان میں جامع دینی نصاب تیار کیا ہے جو اسلام کے عقائد، اصول اور جدید سے جدید مسائل اور تفسیر و حدیث پر مشتمل ہے۔ فرقہ واریت سے پاک اس نصاب کو سنجیدہ اور علمی انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اسلام سے تعلق رکھنے والوں اور دین کے دردمندوں کے لئے یہ نصاب الحمد للہ بہت ہی مفید ہے جو بہت ہی مختصر وقت میں پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ معیاری نصاب فہم دین کورس کے نام سے دو درجوں پر مشتمل ہے:

درجہ عام (O` Level)

یہ تین مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے جو بازار میں دستیاب ہیں:

1- اسلامی عقائد

2- اصول دین

3- مسائل بہشتی زیور

(جدید ترتیب اور جدید مسائل کے ساتھ 2 جلدوں میں مکمل)

صرف ایک گھنٹہ روز پڑھائی ہو تو درجہ عام کی کتابوں کی تعلیم چھ سات ماہ میں مکمل کی جا سکتی ہے۔ اس درجہ تک کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

درجہ اعلیٰ (A` Level)

یہ مندرجہ ذیل دو کتابوں پر مشتمل ہے۔

1- تفسیر فہم قرآن

آیات کے درمیان ربط، لفظی ترجمہ، رواں مختصر تفسیر اور ضروری فوائد پر مشتمل یہ تفسیر بہت ہی آسان زبان میں پیش کی گئی ہے۔ اس کا اصل ماخذ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن ہے۔ اس کی پہلی جلد جو سوا پانچ پاروں پر مشتمل ہے چھپ کر بازار میں دستیاب ہے۔ باقی حصے زیر ترتیب و طبع ہیں۔

2- فہم حدیث:

تمام مضامین پر مشتمل احادیث کا مجموعہ جو اگرچہ آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں آپ بہت سے حقائق کی وضاحت اور بہت سے اشکالات کا جواب بھی پائیں گے۔

اس کا پہلا حصہ زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی دستیاب ہو گا۔

بہتر ہو گا کہ ان کتابوں کو کسی اچھے عالم دین سے پڑھا جائے۔ کلاس کی صورت ہو تو زیادہ مفید ہو گا۔ طالب علموں کے پاس اپنی کتابیں ہوں تاکہ صحیح تعلیم کی صورت ہو اور پڑھے ہوئے سبق کو بآسانی دوبارہ دیکھا جا سکے۔

پڑھنے پڑھانے والے حضرات اردو زبان میں اس کورس کے ہونے کو نعمت سمجھیں۔

مردانہ و زنانہ دینی و دنیوی تعلیمی ادارے بھی اس کورس کو ضرور دیکھیں اور اس کی افادیت سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔

نوٹ: مصنف کی کسی بھی کتاب سے اس کا کسی قسم کا مالی مفاد وابستہ نہیں ہے۔

ادارہ تعلیمات دینیہ جامعہ مدنیہ جدید۔ محمد آباد۔ رائے ونڈ روڈ۔ لاہور

فضیلۃ الشیخ سیّد حبیب محمود احمد مدنی رحمہ اللہ جوارِ رحمت میں !

شیخ الاسلام حضرت اقدس سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا سیّد محمود احمد مدنی رحمہ اللہ کے صاحبزادے شیخ الفضیلۃ سیّد حبیب محمود مدنی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں ۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ کو مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی عمر ۸۶ برس ہوئی آپ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خاندان کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے۔ جنت البقیع میں آپ کو تدفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس عظیم خاندانی حادثہ پر اہل ادارہ حضرت اقدس السیّد مولانا اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت اقدس مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں نیز ان کے توسط سے مرحوم سیّد صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادگان کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ کا مختصر تعارف اور خدمات ''ندائے شاہی'' کے توسط سے ہم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں :

سیّد صاحب مرحوم نہایت رعب اور دبدبہ کے آدمی تھے۔ ساتھ میں اللہ تعالیٰ نے بے مثال تدبر و فراست اور حسن انتظام کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ عرصہ دراز تک مدینہ منورہ کی مجلس اوقاف کے نگراں رہے اور متعدد تعمیری منصوبے آپ کی نگرانی میں تکمیل کو پہنچے، حرم نبوی کے انتظامات میں بھی آپ کا دخل رہا اسی طرح مدینہ منورہ کے تاجروں کی انجمن کے آپ سربراہ تھے، حرم شریف کی نئی توسیع کے بعد اس کے اطراف میں متعدد عالی شان ہوٹل آپ کی ملکیت میں تھے جن میں سے کئی ہوٹل اس وقت بھی زیر تعمیر ہیں۔ آپ کو فطری طور پر علمی مشاغل اور کتابوں کی فراہمی اور ان کی اشاعت وطباعت سے دلچسپی تھی، مدرسہ علوم شرعیہ کو اپنی ذاتی توجہ سے بام عروج تک پہنچایا اور خود اپنے مکان میں ایک عظیم لائبریری قائم فرمائی جو مختلف علوم وفنون کی ہزاروں کتابوں اور نادر و نایاب مخطوطات پر مشتمل ہے آپ نے ہزاروں ریال کے صرفہ سے متعدد غیر مطبوعہ مخطوطات کی شاندار اشاعت کا انتظام فرمایا جن میں مدینہ منورہ کی سب سے قدیم تاریخی کتاب '' تاریخ المدینۃ المنورۃ لابن شبۃ '' اور علامہ سمہودی رحمہ اللہ کی ''خلاصۃ الوفا '' (۲ جلدیں) اور علامہ فیروز آبادی کی '' المغانی المطابہ'' (۴ جلد) اور سیرت مقدسہ کی متعدد کتابیں شامل ہیں۔ اسی طرح ۳ جلدوں میں ''الفقہ الحنفی وادلۃ '' کی اشاعت کا نظم کیا ہے جو فقہ حنفی کے متدلات پر ایک قیمتی کتاب ہے یہ سب کتابیں آپ نے اپنے صرفہ سے چھپوائیں اور پھر انھیں اہل علم میں مفت تقسیم فرمایا، غیر مطبوعہ مخطوطہ کتابوں کی طباعت سے آپ کو کس قدر دلچسپی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی تحریر کردہ طحاوی شریف کی شرح ''نخب الافکار '' ابھی تک دنیا میں

کہیں شائع نہیں ہوئی ہے، مصر کے کتبخانہ میں اس کے مخطوطے موجود ہیں۔ مخدوم گرامی حضرت الاستاذ مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم نے گزشتہ سال اس کتاب کی تعلیق وطباعت کا ارادہ فرمایا، جب سید صاحب سے آپ نے اس کا ذکر کیا تو سید صاحب نے مدینہ منورہ سے اپنے ایک معتمد "شیخ السعد شیوا" کو بذریعہ ہوائی جہاز قاہرہ بھیجا، انھوں نے وہاں ٹھہر کر سرکاری لائبریری "دار الکتب العلمیه" سے نخب الافکار کے مکمل نسخہ کا بہت اہتمام سے فوٹو کرایا اور ایک بڑی اٹیچی میں پیک کر کے مدینہ منورہ لائے پھر یہ امانت سیّد صاحب نے ہندوستان لانے کے لیے ہمارے حوالے فرمائی، ہم لوگ اس وقت حج کر کے واپس آرہے تھے الحمد للہ اس کتاب کی پہلی جلد جو کتاب الطہارت پر مشتمل ہے چند روز قبل دیوبند سے شائع ہوگئی ہے اس صدقہ جاریہ میں سیّد صاحب کا بھی حصہ ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی ان خدمات کو بے حد قبول فرمائے آمین۔

موصوف کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح مال و دولت سے نوازا تھا اسی طرح جود وسخا اور اعلیٰ درجہ کی صلہ رحمی اور حسن اخلاق سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ نہ صرف اہل مدینہ بلکہ ملک و بیرون ملک میں پھیلے ہوئے آپ کے متعلقین واعزاء آپ کے احسانات سے گراں بار تھے۔ اہل علم اور اصحاب فضل کا آپ بہت اکرام فرماتے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا مدینہ منورہ میں مدرسہ علوم شرعیہ ہی میں قیام رہتا تھا جو اس وقت باب جبرئیل کے بالکل قریب تھا۔ اور سیّد صاحب پورے ذوق وشوق سے حضرت شیخؒ کے قیام کے انتظامات فرماتے تھے اب بھی حج کے موقع پر جب صاحب زادہ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب زیدکرمہم تشریف لے جاتے تو سیّد صاحب کی طرف سے ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا جاتا تھا جس میں بڑی تعداد میں وقت پر موجود ہندوستانی احباب وعلماء شرکت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔

خاندانی پس منظر :

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے والد ماجد جناب سیّد حبیب اللہ صاحبؒ نے ۱۳۱۶ھ میں اپنے وطن مالوف ٹانڈہ (فیض آباد) سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی، اس وقت آپ کے ساتھ جانے والوں میں آپ کے اہل خاندان میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور آپ کے بھائی حضرت مولانا سیّد صدیق احمد صاحبؒ، حضرت مولانا سیّد احمد صاحبؒ (بانی مدرسہ علوم شرعیہ)، سیّد جمیل احمد صاحبؒ اور سیّد محمود احمد صاحبؒ شامل تھے۔ اس خاندان نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد بڑی سختیاں اُٹھائیں اور بہت آزمائشیں برداشت کیں جن کا آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۱۳۱۶ھ سے ۱۳۳۳ھ تک شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے مسجد نبوی میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا (گو کہ بیچ میں کئی سال ہندوستان میں بھی رہنا ہوا) پھر ۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا مدنیؒ اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود

حسن دیوبندیؒ کے ساتھ گرفتار ہوکر مالٹا پہنچادیئے گئے۔ کیونکہ شریف مکہ نے انگریزوں کے ساتھ مل کر خلافتِ عثمانیہ ترکی سے بغاوت کردی تھی اوران حضرات کوانگریز کے مطالبہ پر گرفتار کر کے انگریز کے حوالہ کردیا تھاان حضرات کی گرفتاری کے بعد مدینہ منورہ کی انتظامیہ نے کسی غلط فہمی کی بنا پر حضرت مدنیؒ کے والد ماجد سیّد حبیب اللہؒ اوران کے ساتھ دوصاحب زادوں مولانا سیّد احمد صاحبؒ اور سیّد محمود احمد صاحبؒ کو گرفتار کر کے ایڈریا نوپل پہنچادیا جبکہ عورتوں اور بچوں کو مدینہ ہی میں چھوڑ دیا گیا۔ ایڈریانوپل نہایت سرد جگہ تھی جس کی تاب نہ لاکر سیّد حبیب اللہ صاحبؒ وہاں پہنچنے کے ایک مہینہ کے بعد ہی وفات پا گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد مولانا سیّد احمد صاحب اور سیّد محمود صاحبؒ مدینہ منورہ واپس آگئے تاہم بعد ازاں انگریزوں کی شدید ناکہ بندی کے باعث مدینہ منورہ میں سخت قحط سالی کی نوبت آگئی، فاقہ کشی کی وجہ سے جان کے لالے پڑ گئے اور بھکمری پھیل گئی، گرانی کا یہ حال ہوگیا کہ ایک سونے کی گنی کے بدلے میں ایک روٹی میسر آتی تھی اور پورا خاندان دن بھر میں صرف ایک روٹی پر گزارا کرتا تھا جس کی بنا پر ترکی حکومت نے اہل مدینہ کے جان کے تحفظ اوران کے لیے خوراک فراہم کرنے کی غرض سے ترکی کے زیراثر اعلاقوں میں منتقل کرنا شروع کردیا، انہی منتقل ہونے والوں میں سیّد حبیب اللہ صاحبؒ کے اہل خاندان بھی تھے، اس دوران کچھ عرصہ ''شام'' میں قیام رہاوہیں رہتے ہوئے سیّد محمود صاحبؒ کے گھر میں ۱۳۳۸ھ میں جناب سیّد حبیب محمود احمد صاحب کی پیدائش ہوئی پھر جب حالات کچھ درست ہوئے تو یہ خاندان دوبارہ مدینہ میں آباد ہوا۔ جب کہ ان انقلابات زمانہ میں گھرانہ کے ۱۷افراد راہی ملک عدم ہوچکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ مالٹا سے رہائی کے بعد ہندوستان میں مقیم رہ کر خدمت قوم وملت میں مصروف ہوگئے اور بھائیوں کے اصرار کے باوجود دینی خدمات کی انجام دہی کو مدینہ منورہ کے قیام پر ترجیح دی اور پوری عمر یہیں گزار کر دیوبند میں مدفون ہوئے جب کہ مدینہ منورہ واپسی کے بعد حضرت مولانا سیّد احمد صاحبؒ نے مدرسہ علوم شرعیہ کی تعمیروترقی کی طرف توجہ مبذول کی اور حضرت مولانا سیّد محمود صاحب اولاً شریف مکہ کی حکومت میں محکمۂ قضاء میں پیش کار مقرر ہوئے پھر سعودی حکومت میں جدہ شہر کے قاضی بنائے گئے، بعدازاں استعفاء دے کر مستقل مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر تجارت میں مشغول ہوگئے جس میں اللہ تعالیٰ نے نہایت برکت عطا فرمائی اور جلد ہی آپ کا شمار اعیان اہل مدینہ میں ہونے لگا، اور ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے عزت سے سرفراز فرمایا۔ سیّد محمود صاحب کے اکلوتے فرزند سیّد حبیب محمود صاحبؒ تھے جنھوں نے پوری تعلیم اپنے تائے حضرت مولانا سیّد احمد صاحب کے زیرِ سایہ مدرسہ علوم شرعیہ میں حاصل کی اور پھر اپنے والد محترم کے کاروبار کو اپنی بے مثال صلاحیتوں سے عروج تک پہنچایا اور سعودی حکومت میں پورے وقار اور خودداری کے ساتھ اونچی سطح پر اپنے روابط برقرار رکھے، یہی وجہ تھی کہ مدینہ کے عوام وخواص حتیٰ کہ امراء واعلیٰ حکام کی نظر میں بھی سیّد صاحب کا اعلیٰ مرتبہ

تھا اور سب ان کا احترام کرتے تھے اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

سیّد حبیب صاحبؒ کے تین صاحبزادے ہیں (۱) ڈاکٹر سیّد احمد حبیب جو اس وقت مدینہ منورہ میں وزارتِ صحت میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔ (۲) سیّد عدنان حبیب، آپ اس وقت منطقہ مدینہ منورہ کے بجلی کے شعبہ کے ڈائریکٹر ہیں اور گورنر مدینہ کے مشیر ہیں۔ (۳) سیّد محمد حبیب موصوف جدہ میں وزارتِ پٹرولیم میں افسر ہیں۔

سیّد حبیب صاحبؒ کی تین صاحبزادیاں ہیں جن کے نکاح معزز مہاجر خاندانوں میں ہوئے ہیں اب یہ خاندان ماشاء اللہ کافی وسیع ہو چکا ہے اور سب بڑے چھوٹے ماشاء اللہ عافیت اور فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے ہیں، شروع میں بڑوں نے جو ناقابلِ تحمل مشقتیں اُٹھائیں یہ سب انہی کی قربانیوں کا صلہ ہے جو ان کی نسلیں وصول کر رہی ہیں اللہ تعالیٰ ان عظیم نعمتوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اور ناقدری سے پوری طرح محفوظ رکھے۔ آمین۔

مدرسۂ علوم شرعیہ :

۱۳۴۸ھ کے بعد جب شریف حکومت نے مدینہ منورہ میں دینی تعلیم کے اداروں کی طرف توجہ ختم کر دی اور سب مدارس میں عصری تعلیم جاری ہوگئی تو اہل مدینہ کی دینی تعلیم کے نظم کے لیے حضرت مولانا سیّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "مدرسة العلوم الشرعيه ليتامى المدينة النبويه" کے نام سے سرزمین طیبہ پر آزاد دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کی مالی کفالت زیادہ تر ہندوستانی مہاجرین و واردین کے ذریعہ ہوتی رہی اور اس مدرسہ سے بڑا فیض پہنچا، سیّد حبیب صاحب کا چونکہ یہ مادرِ علمی تھا اس لیے آپ کو اس سے خصوصی شغف تھا، آپ کے انتظام میں آنے کے بعد جب موجودہ سعودی حکومت کی وزارت ومعارف نے تمام مدارس میں قومی نصاب جاری کرنے پر دباؤ ڈالا تو سید صاحب نے گو کہ حکومت کا مقرر کردہ نظام مجبوراً قبول کر لیا لیکن مالی اعانت حکومت سے قبول نہ کی بلکہ اپنے خاندانی اثاثہ جات اور اوقاف کے ذریعہ مدرسہ علوم شرعیہ کی ضرورتوں کی تکمیل فرماتے رہے، اس وقت بھی ایک عالی شان ہوٹل مدرسہ کی آمدنی کے لیے زیرِ تعمیر ہے۔ آپ نے مدرسہ علوم شرعیہ کو مدینہ کے ایک باوقار تعلیمی ادارہ میں تبدیل کیا اور جدید وقدیم علوم کی تعلیم کا بہتر انتظام فرمایا، حکومتی سطح پر بھی اس ادارہ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا رہا ہے۔

سفرِ آخرت :

چونکہ آپ اپنے معمولات اور اصولوں کے بہت پابند تھے اس لیے عموماً آپ کی صحت ٹھیک رہتی تھی، چند سال قبل عارضۂ قلب پیش آیا لیکن پھر کامل صحت ہوگئی، وفات سے ۱۲ رروز قبل اچانک آپ پر فالج کا سخت حملہ ہوا۔ فوراً استعمال میں داخل کیے گئے پھر گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا درمیان میں کچھ ہوش آیا لیکن بولنے کی سکت نہ ہو سکی، آخری دن کچھ

ہوش زیادہ رہا، بار بار داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اُٹھاتے رہے اور ۷ رمضان المبارک بروز بدھ، شام کو عصر کی نماز کے بعد تقریباً ۴ بجے مدینہ منورہ میں اس دارفانی کو الوداع کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

معلوم ہوا کہ ایک سال قبل آپ نے خواب دیکھا تھا کہ والد سیّد محمود صاحبؒ فرمارہے ہیں کہ ''حبیب! اب کے رمضان ہمارے ساتھ گزارنا''۔ اللہ نے یہ خواب سچا کر دکھایا اور مقدس ماہ رمضان میں مقدس مقام پر آپ اللہ کو پیارے ہوگئے، اگلے روز فجر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں امام حرم شیخ ثبیتی نے نماز جنازہ پڑھائی اور سینکڑوں اہل مدینہ نے آپ کو آخری آرام گاہ جنت البقیع میں پہنچایا، آپ کی قبر اس احاطہ میں بنائی گئی جہاں عرصہ دراز سے عام لوگوں کی تدفین بند ہے۔

حسن اتفاق کہ امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم آپ کی وفات کے فوراً بعد مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے اور نماز جنازہ اور تدفین میں شریک ہوئے اور پسماندگان کو ڈھارس دلائی، ڈاکٹر احمد حبیب نے گھر آکر حضرت مولانا مدظلہ سے درخواست کی آپ اس جگہ تشریف رکھیں جہاں بابا (سیّد صاحب) تشریف رکھتے تھے۔ اس لیے کہ بابا کے بعد آپ ہی ہمارے خاندان کے سب سے بڑے ہیں، بہرحال سیّد صاحب چلے گئے اور جانا ہر ایک کو ہے مگر ان کی خدمات اور عنایتیں بہرحال یاد کی جاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور بلند تر درجات سے نوازے۔ آمین۔

بزرگانِ دین کی زیر سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

حقانیہ بک بائنڈنگ ہاؤس

اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائنڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار

قیمتی وقت کے ضیاع سے بچیں

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعایت اور معیاری جلد سازی

مسودہ دے کر کتاب مکمل کروانے کا بندوبست

زیر سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ

ہجویری پارک 10/3- ریٹی گن روڈ لاہور۔ موبائل: 0320-4835144- فون رہائش: 7662586- فون: 7355447

انوارِ مدینہ

اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

روشن رہیں دائم در و دیوارِ مدینہ
تا حشر رہے گرمیٔ بازارِ مدینہ

ہے شہرِ نبیؐ آج بھی فردوس بداماں
جاری ہے وہی موسمِ گلبارِ مدینہ

پھرتے ہیں تصوّر میں وہ پُرکیف مناظر
تا حدِّ نظر ہیں گل و گلزارِ مدینہ

جس قلب میں یارانِ نبیؐ کی ہو عقیدت
کھلتے ہیں اُسی قلب پہ اسرارِ مدینہ

معمور صحابہؓ کی محبت سے رہیگا
وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ

وہ آلِ محمدؐ ہوں کہ اصحابِ محمدؐ
ہیں زینتِ دربارِ دُرر بارِ مدینہ

نسبت نہیں شاہوں سے نفیس اہلِ نظر کو
کافی ہے انھیں نسبتِ سرکارِ مدینہ

نفیس الحسینی
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

سلسلہ نمبر ۱

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب
رحمہ اللہ واعلی درجاتہ وادام برکاتہ الی یوم الدین

وطن :

آپ کا آبائی وطن قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور یوپی ہے۔ یہ ضلع صوبہ یوپی کے مغربی کنارے پر واقع ہے صوبہ پنجاب کی مشرقی سرحد یہاں ملتی ہے درمیان میں دریائے جمنا حد فاصل ہے سہارنپور کی شرقی جانب دریا گنگا بہتا ہے یہ کوہ ہمالیہ کے قریب دوآبہ کے درمیان واقع ہے۔ دیوبند دیبی بن سے بن گیا ہے آئین اکبری ۹۶۳۔۱۰۱۴ھ میں دیوبند لکھا گیا ہے مگر ٹھیک اسی زمانہ تک دیبن بھی استعمال ہوتا تھا ٹھیک اسی زمانہ میں ملا عبدالقادر بدایونی نے ایک نظم میں شیخ دانیال عثمانیؒ کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے ؎

شیخ عثمانی کہ بدر پارسائی بے نظیر
نازل دیبہ منونہ اصل دین واسلام

"زبدۃ المقامات" سیرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ میں ایک مکتوب بنام شیخ احمد دیبنی تحریر ہے "دیبن موضعی است از مضافات سہارنپور میان دوآب" دیوبند کے جنوب میں مظفر نگر مشرق میں بجنور اور جنوب میں ضلع کرنال ہے ضلع کا صدر مقام سہارنپور دیوبند سے شمال میں ہے سہارنپور کی آبادی کا آغاز ایک بزرگ شاہ ہارون چشتیؒ کے قیام سے بعہد غیاث الدین تغلق ۷۲۶ھ میں ہوا۔ پہلے شاہ ہارون پور اور پھر کثرتِ استعمال سے سہارنپور کہلانے لگا قدیم زمانے میں اندازاً ایک ہزار سال قبل مسیح کورو اور پانڈو کی جنگ جو مہا بھارت کے نام سے موسوم ہے جس میدان میں لڑی گئی اس میں دیوبند کی سرزمین بھی آتی ہے۔ منشی سری رام مترجم مہا بھارت نے بھی جلد چہارم میں جو نقشہ دیا ہے اس سے یہی امر واضح ہوتا

ہے۔ دیو بند کے جنوب میں تقریباً پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ''رنتر کھنڈی'' نام سے موسوم ہے رنتر کے معنی جنگ اور کھنڈ کے معنی حصہ یا علاقہ ہیں۔ دیو بند کا ذکر مارکنڈے پُران میں بھی ہے اور حضرت مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ نے دیو بند کی آبادی کو طوفانِ نوح کے بعد آباد ہونے والے مقامات میں قرار دیا ہے (الھدیۃ السنیۃ و تاریخ دیو بند)۔

دیو بند میں مئی جون میں درجہ حرارت ۴۵ سینٹی گریڈ تک بھی پہنچ جاتا ہے یہ لُو کا زمانہ ہوتا ہے اور ۱۵ ر جون سے موسم برسات شروع ہو جاتا ہے اور درجہ حرارت ۲۵ اور ۳۱ سینٹی گریڈ کے درمیان رہتا ہے دسمبر اور جنوری میں ۱۰ اور ۱۶ سینٹی گریڈ تک سرد ہو جاتا ہے۔ یہاں پختہ قلعہ بھی تھا جو سالار مسعود غازیؒ کے اولین مفتوحہ قلعوں میں ہے یہ سلطان محمود غزنویؒ کے بھانجے تھے اوائل پانچویں صدی ہجری کے اُوالعزم مجاہد تھے نوجوانی ہی میں دہلی میرٹھ قنوج اور بہرائچ وغیرہ مقامات پر نمایاں فتوحات حاصل کیں آخر میں بہرائچ میں مقیم تھے کہ گردونواح کی ریاستوں نے حملہ کیا اور آپ نے بہرائچ میں ۱۴ ر رجب ۴۲۴ھ کو جام شہادت نوش کیا رحمہ اللہ۔ یوپی (جو پہلے یونائیٹڈ پروانسیز کا ابری ویشن تھا اور اب اُتر پردیش کا ہے) کا شمال مغربی اضلاع کا علاقہ جو گنگ و جمن کے درمیان واقع ہے ہمیشہ مذہبی روایات کا حامل رہا ہے اور مقدس سمجھا جاتا رہا ہے۔ ہندوؤں کی عظیم تیرتھ گاہ ''ھر د و ا د'' اسی جگہ واقع ہے جو ہمالیہ کی وادی میں خوبصورت جگہ ہے اور رشی کیش بھی یہیں ہے۔ اس علاقہ کے مشرقی گوشہ میں ہردوار اور مغربی سرے پر تھا نیسر کے قریب کورک شیتر کی قدیم تیرتھ گاہیں اس کے تقدس کی زندہ شہادتیں ہیں، گنگا و جمنا جو ہندوؤں کے مقدس دریا ہیں ان کا منبع بھی یہی ہے (تاریخ دیو بند ص ۲۴) سلطان محمود غزنویؒ (۳۸۷ھ۔ ۴۲۱ھ) کے پوتے سلطان ابراہیم بن مسعود (۴۵۰ھ۔ ۴۹۲ھ) کے نواحِ سہارنپور تک پہنچنے کا تاریخ میں ذکر ملتا ہے تاریخ سہارنپور کے مصنف منشی نند کشور نے لکھا ہے کہ انہوں نے دیو بند کو آباد کرنے کی ہدایت کی۔ (تاریخ دیو بند ص ۵۹، ۶۰) شیر شاہ سُوری (۹۴۷ھ۔ ۹۵۳ھ) کی بنائی ہوئی شاہراہ اعظم جو سنار گاؤں سے رہتاس گڑھ تک بنائی گئی تھی دیو بند سے گزری ہے سنار گاؤں ڈھاکہ سے پندرہ میل کے فاصلہ پر اس زمانہ میں اہم مقام تھا اور رہتاس گڑھ ضلع جہلم میں ہے۔

خاندانی حالات :

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب اور ان کے بھائی مولانا مہتاب علیؒ دہلی عربک کالج کے فاضل تھے۔ مولانا مہتاب علی تدریسی مشاغل میں رہے اور مولانا ذوالفقار علی پہلے بریلی کے کالج میں پروفیسر رہے اور پھر عرصہ تک ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر ملازمت سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تھے ان سے چھوٹے تین صاحبزادے اور تھے مولانا حکیم محمد حسن صاحب (مدرس و طبیب دارالعلوم

دیوبند)، مولانا حامد حسن صاحب مولوی حافظ محمد محسن صاحب اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب بہت بڑے ادیب تھے جب سے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تاحیات آپ اس کے رکن رہے آپ نے نہایت بلیغ عربی میں دارالعلوم کے حالات تحریر فرمائے ہیں اس رسالہ کا نام ہے ''الھدیۃ السَّنِیّہ'' (فی احوال المدرسۃ الاسلامیۃ الدیوبندیہ) قصیدۂ بردہ، قصیدۂ بانت سعاد، سبعہ معلقہ، دیوان حماسہ، دیوان متنبی کے تراجم اور شرحیں لکھیں، معیار البلاغہ اور تسہیل الحساب وغیرہ بھی آپ کی یادگار ہیں آپ نے ۸۵ سال کی عمر پائی وفات کے وقت آپ کی اولاد و احفاد کی تعداد تریسٹھ تھی۔ دیوبند میں عثمانی خاندان اب سے چھ سو سال پہلے نویں صدی کے اوائل میں آباد ہوا۔ جدامجد شیخ ابوالوفاء عثمانی رحمہ اللہ تھے۔ یہ شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی (ولادت ۶۲۵ھ) کے خاندان سے ہیں شجرۂ نسب تاریخ دیوبند ص ۱۷ پر دیا گیا ہے۔

اس پورے خاندان کے جدامجد شیخ عبدالرحمٰن گازرونی ہیں جو مدینہ منورہ سے علاقہ ماوراء النہر گازرون چلے آئے تھے آپ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کی فوج میں قاضی لشکر تھے۔ سلطان کے ہمراہ ہندوستان آئے اور پانی پت کی فتح کے بعد وہاں مقیم ہوگئے، شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء آپ کی بارھویں پشت میں اور شیخ ابوالوفاء سترہویں پشت میں ہیں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ کتابیں اپنے عم مکرم مولانا مہتاب علی صاحب سے پڑھیں جب عمر مبارک پندرہ سال کے قریب تھی اور آپ قدوری اور تہذیب وغیرہ پڑھ رہے تھے تو مسجد چھتہ میں دارالعلوم دیوبند کا قیام ۱۵ رمحرم ۱۲۸۳ھ کو عمل میں آیا وہاں آپ نے ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اسباق شروع کیے اور فنون کی بعض اعلیٰ کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ یہاں آج تک وہ انار کا درخت موجود ہے جس کے نیچے یہ تعلیم شروع ہوئی اور اب مسجد چھتہ ہی کے متصل دارالعلوم کی وسیع عمارت ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسجد چھتہ میں مدرسہ کی ابتداء کی وجہ بھی ذکر کردی جائے۔ دیوبند کے خاندان سادات کے ایک بزرگ حاجی سیّد محمد عابد صاحب رحمہ اللہ نوعمری میں سب سے پہلے مولانا ولایت علی رحمہ اللہ (م ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء) خلیفہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اس وقت وہ ستھانہ مرکز مجاہدین میں تشریف لے جاتے ہوئے دیوبند اور سہارنپور سے گزر رہے تھے اس کے بعد وہ اور حضرات سے مجاز ہوئے پھر سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز سے مجاز ہوئے حضرت شیخ الہند کے والد ماجد رحمہما اللہ تعالیٰ نے الہدیہ السنیۃ میں تحریر فرمایا ہے اور تذکرۃ العابدین میں بھی یہی ہے کہ آپ ہی پر الہام ہوا کہ مدرسہ قائم کرنا چاہیے اور سب سے پہلے اپنا چندہ پیش کیا حضرت اقدس نانوتوی قدس سرہ کا قیام میرٹھ میں تھا آپ نے انہیں دعوت دی حضرت نے اپنے جلیل القدر شاگرد ملا محمود رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھیج دیا اس کے بعد ۱۲۹۰ھ کے قریب حضرت نانوتوی قدس سرہ بھی دیوبند تشریف لے آئے اور بلا تنخواہ تعلیم دیتے رہے اور دیوبند کے مدرسہ میں وہ رُوح پھونکی جو اس کے قیام کا مقصد تھا لیکن معلوم ہوتا ہے

کہ حضرت نانوتوی سے مستفیدین میں پہلے ہی سے اہل کابل رہے ہیں چنانچہ ۱۲۸۳ھ میں جو حضرات آپ سے پڑھ کر گئے ان میں نور محمد جلال آبادی (کابل)، عبداللہ جلال آبادی، بدرالدین عظیم آبادی، قادر بخش عظیم آبادی، عبدالکریم و نبی احمد پنجابی، حافظ عبدالرحیم بنارسی۔ ان میں اکثریت افغانستان کے طلبہ کی ہے، دو پنجاب کے اور ایک یوپی کے ہیں (اسیرانِ مالٹا ص ۱۰)۔ افغانستان کے موجودہ حکمران جس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس کے بزرگ یوسف خاں اور آصف خاں کو امیر کابل عبدالرحمٰن خاں نے جلاوطن کر دیا تھا اور برطانیہ سے اپنے تعلق کی بنا پر ان کو برطانوی ہند میں نظر بند کرا دیا تھا وائسرائے ہند نے ان کے قیام کے لیے دہرہ دون تجویز کیا۔ یہ سالہا سال دہرہ دون میں رہے دہرہ دون دیوبند اور گنگوہ سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے یہ دونوں حضرات حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی رحمہم اللہ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نبیرہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ جب تقسیم سے کچھ عرصہ پیشتر کابل تشریف لے گئے تو اس خاندان کے حضرات نے ان کا وہی احترام کیا جو پیرزادوں کا کیا جاتا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ یوسف خاں اور آصف خاں جب ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کے یہاں حاضر ہوئے تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ''اگر حکومت آپ کے خاندان میں منتقل ہو تو پوری طرح عدل وانصاف سے کام لینا''۔ اس وقت انتقال حکومت کا خیال بھی نہیں تھا مگر واقعہ یہی ہوا نیز سردار ہاشم خاں نے فرمایا کہ ان کے یہاں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کلاہ مبارک محفوظ تھی۔ اور اس کی برکات کا ذکر فرمایا جو حاشیہ اسیرانِ مالٹا ص ۱۲ پر مذکور ہے۔ میں نے یہ واقعہ یہاں اس لیے نقل کیا ہے کہ آگے بیان ہونے والے حالات سے اس کا ربط ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب حضرت نانوتوی اور حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کا قیام یکجا ہی رہا۔ مسجد چھتہ کے حجرے قیام گاہ تھے۔ (تاریخ دیوبند، الہدیۃ السنیۃ و تذکرۃ العابدین)

حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۲۸۶ھ سے ۱۲۹۰ھ تک حضرت نانوتوی قدس سرہ سے تعلیم کی تکمیل کی مگر اس زمانہ میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا قیام میرٹھ اور پھر دہلی میں رہا کبھی کبھی دیوبند اور اپنے وطن نانوتہ بھی تشریف لے جا کر مقیم رہتے حضرت شیخ الہندؒ سفر حضر میں ہمیشہ ساتھ رہے اور سلسلۂ تعلیم جاری رکھا استاذ کی شفقت اور اپنی ذکاوت سے بکمال تحقیق کتابیں پڑھیں صحاح ستہ کے علاوہ بعض اور کتابیں بھی پڑھیں۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ ۱۸۵۷ء میں جہاد آزادی میں انگریزوں سے جہاد بالسیف بھی فرما چکے تھے یہی روح اس عظیم جامع صفات شاگرد رشید میں پیدا ہوئی۔ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے ''جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے۔'' (اسیران مالٹا ص ۵ و تاریخ دیوبند) جب آپ ۱۲۹۱ھ میں کتب درسیہ کی تکمیل کر چکے تو آپ معین مدرس بنا دیئے گئے چار سال بعد

۱۲۹۴ھ میں آپ دار العلوم کے مدرس چہارم قرار دیئے گئے پھر ۱۳۰۵ھ میں بالاتفاق صدارت مدرسین کا منصبِ جلیل آپ کے حوالہ کر دیا گیا جس کے فرائض ۱۳۳۳ھ تک انجام دیتے رہے اس سال بھی حسب معمول رجب میں بخاری شریف ختم کرائی چوالیس سال تدریسی خدمات جاری رہیں۔

حضرت مولانا سیّد اصغر حسین عرف حضرت میاں صاحب جنہیں دیوبند کا بچہ بچہ جانتا تھا ایک باکمال ولی خدا کم گو خاموش طبع صاحب جلال وکشف وکرامت معروف تھے۔ دار العلوم دیوبند میں حدیث پاک کا درس بھی دیتے تھے وہ فقیہ محدث متوکل علی اللہ درویش باخدا زاہد باصفا مرشد کامل تھے۔ جن سے طلبۂ دار العلوم اور ان کے علاوہ بہت سے بندگانِ خدا نے سالہا سال علمی اور رُوحانی استفاضہ کیا وہ سیاسیات سے الگ رہے مگر اپنے استاذ محترم حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی کو ہر دور میں پہچانتے رہے حیات شیخ الہندؒ آپ ہی کی تصنیف ہے جو حضرت شیخ الہندؒ کی وفات سے کچھ دنوں بعد ہی شائع ہوگئی تھی وہ حضرت شیخ الہندؒ کے درس کی خصوصیات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ حلقہ ۲ درس کو دیکھ کر سلف صالحین واکابر محدثین کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا قرآن وحدیث حضرت کی زبان پر تھا اور آئمہ اربعہ کے مذاہب ازبر، صحابہ تابعین فقہاء مجتہدین کے اقوال محفوظ، تقریر میں نہ گردن کی رگیں پھولتی تھیں نہ منہ میں کف آتا تھا نہ مغلق الفاظ سے تقریر کو جامع الغموض اور بھدی بناتے تھے نہایت سُبک اور سہل الفاظ بامحاورہ اردو میں اس روانی اور جوش سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ دریا اُمنڈ رہا ہے یہ کچھ مبالغہ نہیں ہے ہزاروں دیکھنے والے موجود ہیں کہ وہی منحنی اور منکسر المزاج ایک مشت استخواں ضعیف الجثہ مرد خدا جو نماز کی صفوں میں ایک معمولی مسکین طالب علم معلوم ہوتا تھا مسند درس پر تقریر کے وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک شیرِ خدا ہے جو قوت وشوکت کے ساتھ اعلان حق کر رہا ہے۔ آواز میں کرختگی آمیز بلندی نہ تھی لیکن مدرسہ کے دروازے تک بے تکلف قابل فہم آواز آتی تھی لہجے میں تصنع اور بناوٹ کا نام نہ تھا لیکن خدا تعالیٰ نے تقریر میں اثر دیا تھا بات دل نشین ہو جاتی تھی اور سننے والا بھی یہ سمجھ کر اُٹھتا تھا کہ وہ جو فرما رہے ہیں حق ہے۔ بہت سے ذی استعداد اور ذہین وفطین طالب علم جو مختلف اساتذہ کی خدمتوں میں استفادہ کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اپنے شکوک وشبہات کے کافی جواب پانے کے بعد حضرت مولانا کی زبان سے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے معانی اور مضامین عالیہ سن کر سرِ نیاز خم کر کے معترف ہوتے کہ یہ علم کسبی نہیں ہے اور ایسا محقق عالم دنیا میں نہیں ہے۔

مسائل مختلف فیہا میں آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ بلکہ دیگر مجتہدین کے مذاہب بھی بیان فرماتے اور مختصر طور سے دلائل بھی نقل کرتے لیکن جب امام ابوحنیفہؒ کا نمبر آتا تو مولانا کے قلب میں انشراح چہرے پر بشاشت تقریر میں روانی لہجے میں جوش پیدا ہو جاتا دلیل پر دلیل شاہد پر شاہد قرینہ پر قرینہ بیان کرتے چلے جاتے تقریر رُکتی ہی نہ تھی اور اس خوبی سے مذہب امام اعظم رحمہ اللہ کو ترجیح دیتے تھے کہ سلیم الطبع اور منصف المزاج ...... جاتے تھے۔ دُور کی مختلف المضامین احادیث جن کی

۱ اسیران مالٹا ص ۶۵ ۲ تاریخ دیوبند ص ۴۵۴

طرف کبھی خیال بھی نہ جاتا تھا پیش کر کے اس طرح مدعا ثابت فرماتے کہ بات دل میں اُترتی چلی جاتی اور سامعین کا دل گواہی دیتا اور آنکھوں سے نظر آجاتا تھا کہ یہی جانب حق ہے۔

مولانا عبید اللہ سندھی[ا] لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ الہندؒ سے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی ''حجۃ الاسلام'' پڑھی کتاب پڑھتے ہوئے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا کہ جیسے علم اور ایمان میرے دل میں اوپر سے نازل ہو رہا ہے۔ بایں ہمہ آئمہ اسلام کا ادب واحترام اور ان کے کمالات کا اعتراف حضرت کی تعلیم کا ایک جزو لاینفک ہو گیا تھا خود بھی ایسی ہی تقریر فرماتے اور صراحت سے ذہن نشین کراتے کہ مذاہب مجتہدین حق ہیں اور وہ سب متدل بالکتاب والسنہ ہیں۔ ان کی تنقیص موجب بدبختی اور سوء ادب باعث خسران ہے (ص ۴۵۶ تاریخ دیوبند بحوالہ حیات شیخ الہندؒ مصنفہ حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ ص ۲۳،۲۵)

محدثین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آئمہ مجتہدین میں امام اعظمؒ کے ساتھ خاص تعلق تھا حضرت مولانا السید حسین احمد المدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں اور حضرت کی سیرت مقدسہ اور صلاحیتوں کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں :

جن حضرات نے مولانا مرحوم کو دیکھا ہوگا اور ان کے اخلاق لائف پر نظر ڈالی ہوگی وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مولانا کو قدرت کی فیاضیوں نے ایسا دل دیا تھا جس کی وسعت سات سمندروں سے کہیں زیادہ تھی اقالیم سبعہ اس کے ایک زاویہ میں بھی اپنا پتہ بتلا نہ سکتی تھیں۔ اس نے بحر امدادی سے فیوضات حاصل کیے مگر ڈکار نہ لی اس نے قاسمی نہریں پی ڈالیں مگر ہضم کر گیا اس نے رشیدی گھٹاؤں اور دھواں دھار بادلوں کو چوس لیا مگر کبھی بے اختیار نہ ہوا دعوٰی نہ کیا شطحیات نہ سنائیں استقامت سے نہ ہٹا شریعت کو نہ چھوڑا عشق میں گھل کر لکڑی ہو گیا مگر دم نہ مارا ۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

روحانیت کی بھینی بھینی بادِ صبا اس کا سویداء اور دماغ میں گونجتی ہوئی مخمور کرتی رہتی تھی مگر وہ دائرہ تمکین سے باہر نہ ہوتا تھا۔ نسبت چشتیہ صابریہ کی روشن اور اغیار سوء کی بجلی اس کے اطراف و جوانب اور اعضاء رئیسہ کو سوخت کرتی رہتی تھی مگر مثل شمع سوزاں کبھی اُف نہ کرتا تھا طریقت کے خوش آئندہ احوال اس پر متجلی ہوتے رہتے تھے مگر کبھی ان کی آوازِ ادنیٰ لوگوں کو سننے نہ دیتا تھا۔

اس نے فقط باطنی فیوضات کے لیے ہر قسم کے ضبط سے کام نہیں لیا بلکہ علوم ظاہریہ میں بھی باوجود مجدد حدیث وفقہ وامام تفسیر وکلام وغیرہ ہونے کے کبھی اپنے آپ کو دفتر علماء میں شمار نہ ہونے دیا اس کی کسی حالت اور کسی عملی کارروائی سے کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ اپنے آپ کو عالم اور ہادی خلق یکتائے زمانہ شمار کرتا ہے اس نے جس فروتنی اور کسر نفسی سے اپنی زندگی گزاری ہے وہ اہل اللہ میں بھی صرف خاص خاص لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ہم نے مولانا کے معاصرین

ا تاریخ دار العلوم بحوالہ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۲۶۶ و حیات شیخ الہند ص ۲۳ و ص ۲۵

واساتذہ کو دیکھا ہے بلکہ خود ان کے ان معاصرین کو جنہوں نے مولانا کے اکثر بلکہ جملہ اساتذہ ومشائخ کو دیکھا تھا کہتے ہوئے سنا کہ فروتنی اور کسر نفسی میں تو مولانا اپنے زمانہ کے جملہ علماء تو درکنار اپنے جملہ اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے پھر جبکہ کوئی فرد بشر اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ مولانا مرحوم کی جملہ حرکات وسکنات للّٰہیت اور اخلاص پر مبنی تھیں اغراض ونفسانیت کا ان میں نام ونشان بھی نہ تھا۔ تو حسب قاعدہ نبویہ **من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ** (جس نے اللہ کے لیے فروتنی اختیار کی اس کو اللہ تعالیٰ بلند کرے گا)۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کیسی اور کتنی علوشان کا بارگاہ رب العزت میں پتا چلتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جو کچھ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا وہ سب کچھ حضرت مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی قدس اللہ اسرارہما ہی کا فیض تھا مگر حسن قابلیت اور مبداء فیاض کے کرم نے نہایت ہی عجیب وعدیم النظیر شگوفہ بنایا تھا۔ **اللّٰھم ارض عنه وارضه وامدنابا مدادہٖ**۔ آمین۔

اس قلب کو جس طرح خداوند کریم نے وسعت عطا فرمائی تھی اسی طرح تحمل اور حوصلہ اس قدر عطا فرمایا تھا کہ واقف احوال دنگ رہ جاتا تھا لوگوں کے وہ عیوب واخلاق جن کو بڑا حلیم الطبع دیکھ کر آپے سے باہر ہو جائے۔ مولانا کی جبین پر تغیر بھی پیدا نہیں ہونے دیتے تھے، معصیت خداوندی میں تو دوسری حالت تھی مگر غیر معصیت اور اصلاح خلق میں اور علیٰ ہذا القیاس تکالیف وآزار کے برداشت کرنے میں تو وہ ایک نہایت بلند مضبوط پہاڑ تھے کہ جن کو نہ زلزلہ ہلا سکتا ہے نہ بجلی گرا سکتی ہے۔

اس تحمل اور قصد اصلاح کی بنا پر بسا اوقات کوتاہ نظروں اور ضعیف الحوصلہ لوگوں کو مولانا مرحوم کی نسبت لفظ مداہنت وغیرہ کہہ دینے کی بھی نوبت آئی۔ مگر جبکہ انجام اور مولانا کے دیگر احوال پر ان کی نظر پڑی تو وہ دم بخود رہ گئے اور اپنی خطا پر مقر ہوئے۔ فطرت نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دل ودماغ کو ذکاوت اور حفظ کا بھی وہ اعلیٰ درجہ عنایت فرمایا تھا جس کی نظیر وہ آپ ہی آپ تھے جن لوگوں نے مولانا کے درس میں کچھ زمانہ گزارا ہوگا اور پھر دوسرے علماء زمانہ کی تحقیقاتیں اور علمی قابلیت کی سیر کی ہوگی وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہاں پر بے شبہہ یہ شعر صادق آتا ہے۔

وما شبه علماء البرية منكم   الا كشبه الهر من اسد الشرى

(سارے عالم کے علماء کی مثال آپ کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے گربہ اور شیر بیشہ)

خداوند کریم کے کمالات کی جس طرح کوئی حد ونہایت نہیں اسی طرح ان کی فیاضیوں کی بھی کوئی حد ونہایت نہیں

ليس على اللّٰه بمستنكر   ان يجمع العالم فى واحدٖ

(اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے یہ عجیب بات نہیں کہ وہ سارے عالم کو شخص واحد میں سمیٹ دے)

جب کبھی کسی نے شعر وسخن میں مولانا سے مذاکرہ کیا ہے تو اس قدر اردو، فارسی، عربی کے اشعار اس کو سننے پڑے ہیں کہ اس کو سوائے حیرانی کے اور کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ قدرت نے موزونیت طبع وہ عطاء فرمائی تھی کہ کھرے اور کھوٹے کو خوب پہنچانتے اور اس میں تمیز کامل فرماتے تھے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے اشعار تالیف فرماتے تھے کہ طبقۂ علماء تو درکنار حذّاق شعراء بھی عش عش کر جاتے تھے۔ (اسیران مالٹا ص ۶۲ تا ۶۴) (حضرت مدنی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الہندؒ سے جو بیس کتابیں پڑھی تھیں ان کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علیؒ سے "فصول اکبری" اور حضرت شیخ الہندؒ کے بھائی مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے پنج گنج، صرف میر، نحو میر، مختصر المعانی، سلم العلوم، ملاحسن، جلالین شریف اور ہدایہ اولین پڑھی رحمہم اللہ)۔ آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہما اللہ سے خلافت حاصل تھی دار العلوم میں صدارت تدریس کا مشاہرہ اس وقت ۷۵ روپے تھا مگر آپ نے ۵۰ روپے سے زیادہ کبھی قبول نہیں فرمائے بقیہ ۲۵ روپے دار العلوم کے چندہ میں شامل فرمادیتے تھے آپ کی زبردست علمی شخصیت کے باعث طلبہ کی تعداد ۲۰۰ سے بڑھ کر ۶۰۰ تک پہنچ گئی آپ کے زمانہ میں ۸۶۰ طلبہ نے حدیث نبوی سے فراغت حاصل کی حضرت شیخ الہندؒ کے فیض تعلیم نے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا منصور انصاری، مولانا حسین احمد المدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا سید اصغر حسین دیوبندی، مولانا سیّد فخر الدین احمد، مولانا محمد اعزاز علی امروہی مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی، مولانا احمد علی لاہوری، (مولانا رسول خاں ہزاروی) رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ وغیرہم جیسے مشاہیر اور نامور علماء کی جماعت تیار کی (تاریخ دیوبند ص ۴۵۳ وص ۴۵۴)۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی علمی بے نہایت استعداد سے جو ساری دنیا کو تسلیم ہے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ رات دن مطالعہ ہی میں مصروف رہتے ہوں گے ورنہ اس طرح باکمال درس نہیں دیا جاسکتا۔ جیسا کہ اوپر ان کے عظیم ترین شاگردوں نے بیان کیا ہے جو خود اپنی جگہ آسمانِ علم کے آفتاب و ماہ تاب تھے۔

لیکن خداوند کریم کی ذات پاک سے جب کسی کا تعلق قوی ہو تو اس کے اوقات میں برکت ہونے لگتی ہے اگر یہ حضرات تعلیم کے ساتھ تصنیف و تالیف میں لگ جاتے تو بلاشبہہ وہ تبحر علمی دقت نظر اور حافظہ کے اعتبار سے غزالی دوراں رازی وقت کہلاتے اور حافظ الدنیا ابن حجر وسیوطی وابن کثیر رحمہم اللہ کے ہم پلہ ہوتے۔ آئمہ اسلام نے تصانیف بہت کی ہیں اگر ان کی تعداد اور بڑھادی جاتی تو یہ بھی مفید در مفید کام ہوتا لیکن ان حضرات کو اسلام دشمن فریبی فرنگی طاقت سے اہل اسلام کو نجات دلانے کا فکر دامن گیر رہتا تھا اور بقیہ سارا وقت بجائے تصنیف و تالیف کے اس تدبیر میں صرف ہوتا تھا جسے وہ انگریز کی جابر و عظیم طاقت سے خفیہ بھی رکھنا چاہتے تھے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دار العلوم میں مدرس کی حیثیت سے تقرر کو پانچ سال ہوئے تھے کہ

۱۲۹۷ھ میں آپ نے دارالعلوم ہی کے حلقہ میں ایک جماعت بنائی اس کا نام ''ثمرۃ التربیہ'' یعنی تربیت کا پھل تجویز فرمایا۔ بظاہر اس کا مقصد دارالعلوم کے مالی مفاد کے لیے فضلاء اور ہمدردانِ دارالعلوم سے رابطہ رکھنا تھا(اسیرانِ مالٹاص ۹)۔ اصل مقصد ایسے باحوصلہ افراد کی تنظیم تھا جو قیام دارالعلوم کے مقصد ۱۸۵۷ء کی تلافی کے سلسلہ میں کام کرسکیں۔(اسیرانِ مالٹاص ۱۲)

سلاطین اسلام کے زمانہ میں کابل ہندوستان کا جزو رہا ہے انگریزوں نے بھی اس کا ارادہ کیا مگر ناکام رہے حضرت سیّد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی جدوجہد نے ہندوستانی اور سرحدی مجاہدین میں ایک رابطہ قائم کردیا جو انبالہ اور پٹنہ (صوبہ بہار) کے زمانہ ۱۸۶۴ء تک یعنی'' ثمرۃ التربیۃ '' کے قیام سے پندرہ سال پہلے تک استحکام کے ساتھ باقی رہا ان حضرات کے بعد امداد رسانی کا وہ تعلق ختم ہوگیا مگر مجاہدین کا رابطہ ختم نہیں ہوا۔ ہندوستانی مجاہدین سرحدی علاقوں میں باقی رہے۔ دارالعلوم دیوبند نے اس رابطہ کو استادی اور شاگردی کی شکل میں تبدیل کردیا جو انقلابی جدوجہد کے لیے پہلے سے بہت زیادہ مستحکم اور مفید ہوسکتا تھا خصوصاً جبکہ مولانا محمود حسن صاحب جیسا سیاسی اور مذہبی مقتدا نہ صرف استاد بلکہ شیخ اور مرشد بھی ہو جس کے دست حق پرست پر سلوک و طریقت کے لیے بھی بیعت کی جاتی ہو اور جہاد کے لیے بھی۔(اسیرانِ مالٹاص ۲۴)

اس عرصہ میں ثمرۃ التربیہ کی خدمات کیا تھیں اس کی کوئی دستاویز نہیں ہے البتہ یہ پتہ چلتا ہے کہ ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں جمعیۃ الانصار کے نام سے اس کا ظہور ہوا۔ جمعیۃ الانصار کا سب سے پہلا اجلاس شوال ۱۳۲۸ھ (۱۵/۱۶/۱۷/ اپریل ۱۹۱۱ء) کو مراد آباد میں ہوا اس جلسہ کے صدر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق قدیم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ تھے آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا :

> بعض نئی روشنی کے شیدائی کہتے ہیں کہ جمعیۃ الانصار ''اولڈ بوائز ایسوسی ایشن'' کی نقل ہے لیکن یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے جمعیۃ الانصار کی تحریک غالباً اب سے تیس برس پہلے شروع ہوگئی تھی اور اس تحریک کے بانی مدرسہ عالیہ کے وہ طالب علم تھے جو آج علوم کے سرچشمہ اور آفتابِ فنون ہیں اور جن کی ذات بابرکات پر آج زمانہ جس قدر ناز کرے کم ہے لیکن یہ تحریک اس وقت ضروریات سے متعلق نہیں تھی اس لیے رُک گئی اور آخر اس کلیہ کی بناء پر کہ ضرورت ہر چیز کو خود بخود پیدا کردیتی ہے ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) سے اس انجمن کو دوبارہ زندہ کرکے جمعیۃ الانصار نام رکھا گیا۔ جمعیۃ الانصار ہرگز کسی انجمن کی نقل نہیں ہے اور نہ ہی کسی کے ذاتی مقاصد سے بحیثیت دنیاوی اس کا تعلق ہے بلکہ اس کے مقاصد وہ ضروری مقاصد ہیں جن کی آج بہت ضرورت ہے۔(اسیرانِ مالٹاص ۲۳)

اس خطبہ صدارت کے سطر کشیدہ الفاظ بہت اہم اور غور طلب ہیں۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تعلم میں افغانی طلبہ پڑھتے رہے تھے اس سے ۱۳۳۳ھ میں پیش آنے والے حالات اور احکامِ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جوڑ بیٹھتا ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ ''خودنوشت حالاتِ زندگی'' میں تحریر فرماتے ہیں :

> ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) میں شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل گیا مجھے کوئی تفصیلی پروگرام نہیں بتایا گیا تھا اس لیے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی لیکن تعمیل حکم کے لیے جانا ضروری تھا خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا اور میں افغانستان پہنچ گیا۔ دہلی کی سیاسی جماعت کو میں نے بتا دیا کہ میرا کابل جانا طے ہو چکا ہے انھوں نے بھی مجھے اپنا نمائندہ بنایا مگر کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہ بتلا سکے۔ کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ جس جماعت کے نمائندہ تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کے حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیل حکم کے لیے تیار ہیں ان کو میرے جیسے خادم شیخ الہندؒ کی اشد ضرورت تھی اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہندؒ کے انتخاب پر فخر محسوس ہونے لگا۔

اس ایک واقعہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کس قدر خوبصورتی سے ایک خفیہ اور گوریلا تنظیم بھی چلا رہے تھے کہ ذہین ترین شاگرد بھی اسے نہ سمجھ سکا حتی کہ جب منزل مقصود پر پہنچا تو منظر نے خود ہی اپنا مقصد بتلا دیا۔

اسی بناء پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے مراکز اور رجالِ کار کا انگریز کی سی۔آئی۔ڈی بھی پتہ نہ چلا سکی بلکہ ۱۹۴۷ء تک تو جمعیۃ علماء ہند کے دفاتر میں بھی خاص ریکارڈ کبھی بھی نہیں رکھا جایا کرتا تھا۔ رجال کار بہت خفیہ رہتے تھے۔ ۱۹۴۷ء تک غالباً سب ہی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اگر باقی تھے تو ایسے کہ اپنے حلقۂ کار ہی کا حال بتلا سکتے تھے جیسے کہ ہر خفیہ تنظیم میں ہوا کرتا ہے بہرحال پھر بھی آپ کے کارناموں کے متعلق تصانیف ہوئی ہیں۔ اگرچہ وہ سب مل کر بھی ناکافی ہیں لیکن کچھ روشنی ضرور ملتی ہے اور واقعات کی کڑیاں جوڑنا ممکن نظر نہیں آتا جبکہ بہت سے یونٹوں والوں نے اپنی لکھی ہوئی طویل کتابیں تلاشیوں کے وقت جلا ڈالیں۔ آپ کے وقت میں آپ کی ذات گرامی پر جس قدر مسلمانوں کا قوی اور کثیر اجتماع ہو گیا تھا اس کا اندازہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (امیر جماعت تبلیغ) ابن حضرت مولانا شاہ الیاس صاحب (بانی جماعت تبلیغ) رحمہما اللہ کے ان کلمات سے ہوتا ہے جو انہوں نے ۱۹۶۴ء میں حج کے موقع پر مدرسہ صولتیہ میں علماء کے خصوصی اجتماع سے خطاب کرتے وقت تمہیداً فرمائے تھے کہ ''مسلمانوں کا آپس میں اتنا متحد ہو

جانا کہ جتنے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہو گئے تھے یہ تو بہت محال ہے البتہ ہم اپنی سی کوشش کر رہے ہیں۔'' اس کے بعد انہوں نے ظہر کے قریب تک اپنا خطاب بیٹھے بیٹھے جاری رکھا اس خطاب میں میں بھی حاضر تھا اور تقریباً بیس یا اکیس مختلف اطراف واکناف کے علماء بھی اور مولانا کے برابر فرانس کے مبلغ بیٹھے ہوئے تھے جنہوں نے وہاں اسلام کی دعوت واشاعت کا حال سنایا۔

حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری دور تھا (مارچ ۱۹۶۵ء میں آپ کی وفات ہوئی) اور جماعت تبلیغ ساری دنیا میں کام کر رہی تھی۔ پھر ان کا اپنے تمہیدی خطاب میں یہ فرمانا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی اجمالاً کسی قدر عظمت ظاہر کرتا ہے۔

اسیرانِ مالٹا میں تحریر فرماتے ہیں :

خلافت کمیٹی کے زعماء نے آپ کو''شیخ الہند'' کا خطاب دیا تھا جو اسم گرامی کا مقبول اور مشہور جز بن گیا آپ وعظ وتقریر کے عادی نہ تھے لیکن انفاس قدسیہ اور خلوص نیت کی برکت تھی کہ آپ کی مالٹا سے واپسی پر قوم مسلم کا یہ حال ہوا کہ اس کا قدم سب سے تیز تھا ہر ایک شخص تحریک کا متوالا جان اور مال کو قربان کرنے کے لیے آمادہ۔ ایک تھوڑی تعداد جو مخالف تھی اس کی حالت یہ تھی کہ جب دہلی میں اس گروہ کے بہت بڑے شخص کا انتقال ہوا تو باوجودیکہ وہ پہلے علماء نیز عام مسلمانوں میں بہت زیادہ رسوخ اور مقبولیت رکھتا تھا لیکن اس وقت حالت یہ تھی کہ تجہیز وتکفین کے لیے مسلمان تیار نہ تھے گھر کے مخصوص آدمیوں کے سوا کوئی شخص شریک جنازہ نہیں ہوا مجبوراً جنازہ کو موٹر میں قبرستان پہنچایا گیا۔ (معاذ اللہ)

شیخ الہندؒ درحقیقت اس وقت شیخ الہندؒ تھے۔ پورے ہندوستان کے مسلمہ قائد آپ ہی تھے حضرت شیخ الہندؒ ہی کی پارٹی کے افراد ہندوستان کے مسلمہ لیڈر تسلیم کیے گئے اور اسی کا اثر تھا کہ گاندھی بھی اعتراف کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ''میں مولانا محمد علی کی جھولی کا ایک مہرہ ہوں''۔

ایک خاص برکت جس کے دوبارہ مشاہدہ کے لیے آنکھیں ترستی ہیں اور بظاہر ترستی رہیں گی یہ تھی کہ شہر اور دیہات کے تقریباً تمام ہی مسلمان نمازی بن گئے، ضلع سہارنپور کے دیہات کی یہ حالت تھی کہ پنج وقتہ نمازیوں کی کثرت سے مسجدوں میں جگہ ملنی مشکل ہوتی تھی۔ (اسیرانِ مالٹا ص ۵۵ و ص ۵۶ ملخصاً)

میرا مقصد اس مضمون میں صرف علمی کمالات کا تذکرہ تھا مجاہدانہ کارنامے اور سیاسی حالات ونظریات بیان کرنا نہیں ان کے لیے نقش حیات، علماء حق، اسیرانِ مالٹا وغیرہ تصانیف موجود ہیں۔ خداوند کریم ہمیں استقامت بر شریعت اتباع سنت اور ان اکابر کی پیروی نصیب فرمائے۔ **اللّٰھم ارفع درجاتھم جمیعا فی اعلی علیین۔** آمین۔

عمرہ پیکج

معتمرین کے لیے سراپا اذیت

﴿ پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ﴾

کسی زمانہ میں عمرہ کرنا بڑا سہل تھا۔ آدمی اپنی مرضی سے عمرہ پر جاتا مرضی سے واپس آتا، جہاں چاہتا ٹھہرتا۔ جتنے دن چاہتا مکہ معظمہ میں قیام کرتا جب دل چاہتا مدینہ منورہ چلا جاتا جب مدت قیام ختم ہو جاتی تو عازمِ جدہ ہو کر اپنے گھر واپس آ جاتا۔ خدا جانے عمرہ کرنے والوں کو کس کی نظر لگ گئی کہ آج عمرہ کرنے والوں کو جس اذیت و کرب سے گزرنا پڑتا ہے ایک آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

سعودی حکومت نے غیر ملکی لوگوں کا سعودی عرب میں ناجائز قیام روکنے کے لیے عمرہ پیکج کے نام سے ایک پروگرام تمام دنیا کے ممالک کے سامنے پیش کیا۔ دنیا کے تمام ممالک نے اپنے شہریوں کی سہولت کی خاطر اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا صرف چار ممالک نے اُس پیکج کو قبول کیا جن میں ہمارا ملک خداداد پاکستان بھی شامل ہے شاید ہمارے حکمرانوں کو اپنے عوام کی تکالیف کا احساس نہیں یا دانستہ عمرہ کرنے والوں کی حوصلہ شکنی مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اس عمرہ پیکج کے ذریعے عمرہ کا ارادہ کرنے والوں کا حوصلہ ہر مرحلہ پر آزمایا جاتا ہے۔ اگر کچھ ساتھی اس سفر میں اکٹھا جانا چاہتے ہیں تو تمام ساتھیوں کو ایک ہی ایجنسی کے ذریعے ایک ہی وقت میں ویزہ لگوانا ہوگا اور ایک ہی فضائی کمپنی کے ذریعے سفر کرنا ہوگا بصورت دیگر آپ لوگوں کا حرمین شریفین میں اکٹھا رہنا محال ہوگا۔ قبل ازیں جو شخص اس سفر پر روانہ ہونا چاہتا ہو وہ اپنے ایجنٹ سے ہفتوں پہلے کہہ دیتا کہ مجھے فلاں دن سفر کرنا ہے اس لیے میری سیٹ اس دن کی کنفرم کرا دو۔ اُس کی خواہش کے مطابق ویزہ لگنے سے پہلے سیٹ کنفرم ہو جاتی تھی اب اس سلسلہ میں فضائی کمپنیوں نے بھی عازمین عمرہ کو پریشان کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اول تو من پسند تاریخ پر جانا ہی امرِ محال بن گیا ہے پھر سیٹ کنفرم ہونے کی اطلاع روانگی سے دو تین دن پیشتر مشکل ملتی ہے۔ عازم عمرہ اس وجہ سے تذبذب کا شکار رہتا ہے۔ وہ نہ سکون سے تیاری کر سکتا ہے نہ ہی اپنے متعلقین کو بروقت روانگی کی اطلاع دے سکتا ہے۔ خدا جانے وقت سے پہلے آجکل سیٹ کنفرم کیوں نہیں کی جاتی اور عازمین حرم کو پریشان کر کے فضائی کمپنیوں کو کیا ملتا ہے۔ فالی اللہ المشتکی

مزید برآں فضائی کمپنیاں عازمین عمرہ کے کرایہ میں جب دل چاہے اضافہ کر دیتی ہیں۔ اس سال ۱۵/اکتوبر سے ۴۷۷۵/= مجموعی اضافہ کیا گیا پھر یکم نومبر ۲۰۰۲ سے ۴۵۱۰/= روپے کا اضافہ کیا گیا اس طرح رمضان شریف کا کچھ

حصہ حرمین شریفین میں گزرنے کا ارادہ رکھنے والوں پر تقریباً =/۹۳۰۰ روپے کا اضافی بوجھ ڈال دیا گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ انہی دنوں یورپی ممالک کا کرایہ بیس فیصد کم کردیا گیا۔ یہ سب کچھ کس کو راضی اور کسی کو ناراض کرنے کے لیے کیا جاتا ہے؟ مذکورہ بالا اضافہ پر سعودی ایئر لائن نے پورا پورا عمل کر دکھایا جبکہ پی آئی اے والوں نے اس اضافہ کو ۴ر نومبر تک مؤخر کردیا اس طرح بذریعہ سعودی ایئر لائن سفر کرنے والوں کو زیادہ مالی بوجھ برداشت کرنا پڑا۔ اس سلسلہ میں سعودی ائیر لائن کو بھی پی آئی اے کی پیروی کر کے عازمین حرم کی دعائیں لینا چاہئیں تھیں۔

اس سال ہم دس ساتھی عمرہ کے لیے عازم حج حرمین شریفین ہوئے، ۲۳ر اکتوبر کو لاہور سے بذریعہ SV-733 عازم جدہ ہوئے ہمارا پروگرام سات دن کا پیکج لینے کا تھا۔ لیکن ساہیوال والے متعلقہ فرد نے ایک دن کا پیکج لینے کا مشورہ دیا اور کہا کہ وہاں رہائش وغیرہ کے معاملہ میں لوگ پریشان ہوتے ہیں اور ہم یہاں بیٹھ کر کچھ کر نہیں سکتے اس لیے ایک دن کا پیکج لے لو بعد میں اپنی رہائش لے لینا۔ چنانچہ ہم نے اُس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ایک دن کا پیکج لے لیا۔ روانگی سے صرف تین دن پہلے سیٹوں کے کنفرم ہونے کی اطلاع ملی ساتھ ہی ہمارے امیر محترم جناب الحاج شیخ عبدالحفیظ گوریجہ کے نام معاہدہ نامہ ملا جس میں پیکج صفر تھا۔ متعلقہ فرد سے رابطہ کیا تو اُس نے کہا کہ ایک دن کا پیکج عموماً نہیں لکھتے۔ اس لیے آپ فکر مند نہ ہوں ایک دن کی رہائش وہ آپ کو مکہ میں دے دیں گے، ہم نے ان پر اعتماد کیا اور سفر پر روانہ ہوگئے۔ جدہ میں ہمارے سامان کی چیکنگ کس طرح ہوئی نہ بتانا ہی بہتر ہے کیونکہ جو شخص اس مرحلہ سے گزر چکا ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ پاکستانیوں سے وہاں خصوصی سلوک کیا جاتا ہے اس کی وجہ خدا ہی جانے۔

ہاں ہمارے امیر صاحب نے ایک جگہ سامان چیک ہوتا دیکھا وہاں پر سامان صرف مشین پر سے گزارا جا رہا تھا اسے ادھیڑا نہیں جا رہا تھا۔ تو امیر صاحب بدقت تمام اپنا اور کچھ ساتھیوں کا سامان اُس کاؤنٹر پر لے آئے اور سامان بذریعہ مشین چیک ہوگیا تو متعلقہ آفیسر نے پوچھا انڈیا سے آئے ہو جواباً کہا گیا کہ پاکستان سے۔ تو اُنہوں نے ہمارا چیک شدہ سامان دوسرے کاؤنٹر پر لے جانے کو کہا اور فرمایا کہ یہ کاؤنٹر صرف انڈیا والوں کے لیے ہے۔ چنانچہ میں نے اپنا سامان دوسرے کاؤنٹر پر لے جانا پڑا جہاں ہمارے سامان کے بخیے ادھیڑ دیئے گئے لیکن بحمد اللہ ہمارا سامان کلیئر ہوگیا اس امتیاز کی وجہ سے دل دکھ گیا۔

سامان لے کر جب باہر نکلے تو کچھ پاکستانی ایجنٹ ہم پر اس طرح جھپٹے جس طرح چیلیں گوشت پر جھپٹتی ہیں اُنہوں نے ہمارے پاسپورٹ ہم سے اُچک لیے اور ٹکٹیں پیش کرنے کا مطالبہ کیا چنانچہ ٹکٹیں اُن کے حضور پیش کردی گئیں اب اُنہوں نے ہمارے معاہدے پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ آپ کا کوئی پیکج نہیں ہے اس لیے آپ مکہ معظمہ جانے کا بندوبست بھی خود ہی کریں۔ ہم نے کہا کہ ہمیں بتایا گیا تھا کہ ایک دن کا پیکج لکھنے میں نہیں آتا صرف اس پر عمل ہی کیا

جاتا ہے۔ جواباً انہوں نے ہمیں ایک دن کے پیکج والے معاہدے دکھلا دیئے جن پر ایک دن درج تھا تو ہم اپنا سامنہ لے رہ گئے بالآخر ہمارے امیر صاحب کی کوشش سے وہ ہمیں مکہ لے جانے اور ایک دن ٹھہرانے پر راضی ہوگئے اب اُنہوں نے پاسپورٹ واپس کردیئے اور ٹکٹیں اپنے ہمراہ لے گئے اور حکم دیا کہ اپنی ٹکٹیں ری کنفرم کروانے کے لیے روانگی سے ایک ہفتہ پہلے بذریعہ فون درخواست پیش کردینا ہم آپ کی سیٹیں ری کنفرم کرادیں گے۔

الغرض آٹھ دن مکہ معظمہ میں گزارنے کے بعد ۳۱؍اکتوبر کو براستہ بدر شریف عازم مدینہ ہوئے شام کو مدینہ منورہ پہنچ گئے وہاں رہائش کے لیے جس ہوٹل سے بھی رابطہ کیا تو اُنہوں نے صاف صاف بتایا کہ یہ کرایہ (تقریباً ۱۵ ریال فی کس فی یوم) پانچ نومبر تک ہے چھ نومبر کو ماہ رمضان شروع ہوجائے گا اس لیے یہ کرایہ تقریباً چار گنا ہوجائے گا پھر ہفتہ اور مزید بڑھتا رہے گا۔ ضیاللعجب کرایہ پر مکان دینے والے سب لوگ پاکستانی بنگلہ دیشی یا ہندوستانی ہوتے ہیں اس طرح کا سلوک کر کے مکہ مدینہ والوں کو بدنام کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ عرب مالکوں سے ایک سال کے لیے مکان کرایہ پر لے لیتے ہیں پھر اپنی مرضی کے کرائے ہم لوگوں سے وصول کرتے ہیں اس سلسلہ میں سعودی حکومت کو قانون سازی کرنی چاہیے تاکہ عازمین حرم اہل حرم سے بدظن ہوکر اپنا ایمان خراب نہ کریں۔

۱۲؍نومبر کو ہماری واپسی کی سیٹیں کنفرم تھیں۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ حرمین شریفین میں مزید قیام کیا جائے، کچھ لوگ جلد واپس آنا چاہتے تھے لیکن چونکہ ٹکٹیں ہمارے پاس نہ تھیں اس لیے ہم بے دست وپا تھے نہ تاریخ میں اضافہ کروا سکتے تھے نہ کمی۔ چنانچہ گیارہ نومبر کو عازم مکہ معظمہ ہوئے جو کمرہ پہلے ہی ۴۵ ریال یومیہ پر لیا ہوا تھا وہ کمرہ اب ۱۵۰؍ریال یومیہ پر بڑی مشکل سے ملا۔ عمرہ کرنے کے بعد ۱۲؍نومبر کو عازم جدہ ہوئے ائیرپورٹ پہنچنے پر ہماری ٹکٹیں واپس ملیں تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اب پاکستان میں نئی حکومت برسر اقتدار آگئی ہے اس لیے ارباب اقتدار سے التماس ہے کہ نام نہاد عمرہ پیکج کو ختم کر کے عمرہ کے لیے سابقہ طریقہ بحال کرایا جائے تاکہ عازمین حرمین شریفین ذہنی اذیت سے نجات حاصل کریں اور سکون سے پاکستان اور عالم اسلام کے استحکام کے لیے دعا گو رہیں۔ پاکستان میں کچھ لوگ جعلی پیکج بنا کر سادہ لوگوں سے رقم وصول کرلیتے ہیں لیکن جدہ جا کر پتہ چلتا ہے کہ یہ پیکج جعلی تھا پھر عازم حرمین کے ساتھ جو بیتتی ہے وہ وہی جانتا ہے۔ اس قسم کا واقعہ اس مرتبہ ہمارے ایک دوست میاں محمد محسن صاحب کے ساتھ پیش آیا پاکستان میں اُن سے چودہ دن کے پیکج کے پیسے لیے گئے اور انہیں معاہدے کے دو کاغذ دیئے گئے ایک پر چودہ دن درج تھا دوسرے پر دو دن، مکہ جانے پر پتہ چلا کہ سبز رنگ والا کاغذ صحیح ہے جس پر دو دن کا پیکج درج ہے اور سفید رنگ کا کاغذ جس پر چودہ دن کا پیکج لکھا تھا جعلی تھا چنانچہ اُنہوں نے مکہ اور مدینہ میں اپنے اوقات بڑے کرب کے ساتھ گزارے اور وقت سے پہلے گھر آنے پر مجبور ہوگئے حکومت وقت کو اس قسم کے

جعل سازوں کا بھی محاسبہ کرنا چاہیے، اُمید ہے موجودہ حکومت عمرہ پیکج کو ختم کر کے پرانا طریقہ بحال کردے گی۔

اربابِ حکومت سے ایک دوسری گزارش ہے کہ حرمین میں کچھ پاکستانی لوگوں نے پاکستان کو بدنام کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اس طرح کہ وہ اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کے گروہ لے جاتے ہیں اور اُن سے مختلف رنگوں میں گداگری کراتے ہیں۔ اب بعض لوگ عربوں کا لباس پہن کر عربی میں بھیک مانگتے بھی دیکھے گئے ہیں۔ اس طرح کے لوگ پاکستان کے نام کو بدنام کرتے ہیں اُن میں اکثر لوگ ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خاں سے اپنا تعلق بتاتے ہیں۔

حکومت کو چاہیے کہ ایسے گروہوں کی حرمین شریفین جانے پر پابندی لگائے اور پاکستان کو بدنامی سے بچانے کی ٹھوس کوششیں کرے۔ وما علی الا البلاغ

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور فون 7322408

باب : ۴

قسط : ۲۱

فہمِ حدیث

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

☆

﴿حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب﴾

دجال :

عن عمران بن حصین قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ أمر اکبر من الدجال. (مسلم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدم (علیہ السلام) کی تخلیق اور قیامت کے قائم ہونے کے درمیانی زمانہ میں (مشقت، شدت اور بلاؤں کے اعتبار سے) دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے۔

عن ابی امامۃ الباھلی قال خطبنا رسول اللّٰہ ﷺ فکان اکثر خطبتہ حدیثا حدثنا عن الدجال فکان من قولہ ...... انہ یبدأ فیقول انا نبی ولانبی بعدی ثم یثنی فیقول انا ربکم ولا ترون ربکم حتی تموتوا........ (ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا جس کا اکثر حصہ دجال سے متعلق تھا۔ آپ کے ارشاد میں یہ تھا........دجال ابتداء میں دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میرے بعد تو کوئی بھی (نیا) نبی نہیں ہوگا پھر (اس سے بھی بڑھ کر) بعد میں وہ یہ دعوی کرے گا کہ وہ تمہارا رب ہے حالانکہ (اس کا یہ دعوی بھی جھوٹا ہوگا کیونکہ اس کو تم دیکھ رہے ہو جب کہ) تم اپنے (حقیقی) رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے (بلکہ مرنے کے بعد جب قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوگے اور جنت میں جاؤ گے اس وقت اپنے رب کو دیکھو گے)۔

عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مامن نبی الا قد انذر اُمتہ الا عور الکذب الا انہ اعوروان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیہ ک ف ر (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی نبی ہوا اس نے اپنی اُمت کو (قیامت اور قرب قیامت کے فتنوں سے ڈرایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے) کانے جھوٹے (دجال) سے ڈرایا۔ (وہ خدائی کا دعوی کرے گا حالانکہ خدا تو ہر قسم کے عیب سے پاک ہے جبکہ) آگاہ ہو جاؤ کہ دجال کانا ہوگا اور بلاشبہ تمہارا رب کانا نہیں ہے (تو اس کا یہ عیب اس کے خدائی کے دعوے کے منافی ہے۔ اسی طرح اس کے دعوائے خدائی کے خلاف ایک اور ثبوت یہ ہوگا کہ) اس کی آنکھوں کے درمیان (یعنی پیشانی کے بیچ میں) ک ف ر لکھا ہوگا (جو اس کے کفر یا اس کے کافر ہونے پر واضح دلیل ہوگی۔)

وفی روایة قال تعلمون انه لیس یری احدمنکم ربه حتی یموت و انه مکتوب بین عینیه کافر یقراه من کره عمله. (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا (اس کے دعوے خدائی کے جھوٹے ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ) تم جانتے ہو کہ تم میں سے کوئی اپنے رب کو (دنیا میں) نہیں دیکھ سکتا یہاں تک کہ وفات پا جائے (کہ اس کے بعد جنت میں جا کر دیکھ سکتا ہے جب کہ دجال کو تو لوگ دنیا میں دیکھ رہے ہوں گے تو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے) اور (علاوہ ازیں ایک اور دلیل یہ ہے کہ) اس کی پیشانی کے بیچ میں (اس کے) کافر (ہونے پر بطور علامت ک ف ر) لکھا ہوگا۔ اس کو ہر وہ شخص پڑھے گا جو دجال کے عمل کو ناپسند کرتا ہوگا۔

عن عبادة بن الصامت عن رسول الله ﷺ قال انی حدثتکم عن الدجال حتی خشیت ان لا تعقلوا ان المسیح الدجال قصیر افحج جعد اعور مطموس العین لیست بناتئة ولا جحراء فان البس علیکم فاعلموا ان ربکم لیس باعور.

(ابوداؤد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں دجال سے متعلق مختلف باتیں بتائی ہیں یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں (وہ باتیں تم پر گڈمڈ نہ ہوگئی ہوں اور) تم ان کو پوری طرح سمجھ نہ پائے ہو۔ (چونکہ اس کا فتنہ بہت بڑا ہوگا اور وہ بہت سے شعبدے دکھا کر لوگوں سے اپنی خدائی منوانے کی کوشش کرے گا اس لیے میں تمہیں خوب واضح طور سے سمجھا دیتا ہوں کہ) مسیح دجال (سرخی مائل رنگ کا بڑے جسم والا لیکن نسبتاً) چھوٹے قد والا

ہوگا۔اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہوگا، پاؤں کا رخ اندر کی طرف ہوگا اس لیے ایڑیاں ایک دوسرے سے دُور اور پاؤں کے پنجے ایک دوسرے سے قریب ہوں گے۔اس کے بال گھنگریالے ہوں گے ۔ اس کی (دونوں ہی آنکھیں عیب دار ہوں گی)ایک آنکھ (یعنی دائیں) سپاٹ ہوگی، نہ اُبھری ہوئی ہوگی اور نہ ہی اندر کو دھنسی ہوئی ہوگی (اس میں بھی ناخونہ ہوگا جس کی وجہ سے اس آنکھ کی بینائی بھی کمزور ہوگی)جب کہ دوسری یعنی بائیں آنکھ سے وہ کانا ہوگا اور وہ انگور کے دانے کی طرح اُبھری ہوئی ہوگی اس کے رعب و دبدبہ اور شعبدہ بازیوں کو دیکھ کر)اگر تم کو اشتباہ ہو جائے (تو کم از کم اتنی بات تو یاد رکھنا کہ)تمہارا حقیقی رب کانا نہیں ہے۔

عن حذ یفہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال ان الدجال یخرج وان معہ ماءً ونارا فاما الذی یراہ الناس ماءً فنار تحرق واما الذی یراہ الناس ناراً فماء باردۃ عذب فمن ادرک ذٰلک منکم فلیقع فی الذی یراہ نارًا فانہ ماء عذب طیب .

(بخاری و مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ ایک نہر پانی کی ہوگی (اس نہر کے ساتھ باغ بھی ہوگا)۔اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے وہ اس میں اپنے ماننے والوں کو داخل کرے گا)اور (ایک نہر سی) آگ کی ہوگی (جس میں وہ اپنے نہ ماننے والوں کو داخل کرے گا)جس کو لوگ پانی دیکھتے ہوں گے وہ (اپنے اثر کے اعتبار سے)جلانے والی آگ ہوگی (کہ جہنم کی آگ میں داخلہ کا باعث ہوگی)اور جس کو لوگ آگ دیکھتے ہوں گے وہ (اپنے اثر کے اعتبار سے) ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگی (کہ اگر چہ وہ لوگ آگ میں جل جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو جلنے کی تکلیف سے محفوظ رکھیں گے اور ان کی موت بڑی راحت سے آئے گی اور موت کے بعد ان کو جنت کا ٹھنڈا میٹھا پانی میسر ہوگا)تو جس کسی کو اس صورت حال سے سابقہ پیش آئے وہ اس میں داخل ہو جس کو وہ آگ دیکھتا ہو کیونکہ وہ (اپنے اثر کے اعتبار سے) ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔

فائدہ : بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کا حقیقی معنی مراد ہے اور اس کی آگ داخل ہونے والوں پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی۔

عن انس عن رسول اللّٰہ ﷺ قال یتبع الدجال من یهود اصفهان سبعون الفا علیهم الطیالسة. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اصفہان کے ستر ہزار یہودی (یعنی ان کی بڑی تعداد) دجال کی پیروی کرے گی اور وہ (سبز چغہ نما) طیلسان اوڑھے ہوئے ہوں گے۔

عن ابی هریرة عن رسول اللّٰہ ﷺ قال یأتی المسیح من قبل المشر ق همته المدینة حتی ینزل دبر احدٍ ثم تصرف الملائکة وجهه قبل الشام وهنالک یهلک. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح دجال مشرق کی جانب سے مدینہ (منورہ) کا قصد کر کے آئے گا یہاں تک کہ وہ اُحد پہاڑ کے پیچھے پڑاؤ کرے گا۔ پھر فرشتے (جو اس وقت مدینہ منورہ کے پہرہ پر مامور ہوں گے اس کو مدینہ منورہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور) اس کو شام کی جانب موڑ دیں گے اور وہیں (یعنی اس کے باب لد نامی ایک مقام میں) وہ ہلاک ہوگا۔

عن ابی بکرة عن النبی ﷺ قال لا ید خل المدینة رعب المسیح الدجال لها یومئذ سبعةابواب علی کل بابٍ ملکان. (بخاری)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا مسیح دجال کا رعب (اور خوف) مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوگا (جس کا ایک باطنی سبب یہ ہوگا کہ) اس وقت مدینہ منورہ میں داخلہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے مامور ہوں گے (ان فرشتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ کے اندر لوگوں کو خوف محسوس نہ ہوگا۔

عن عمر ان بن حصین قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من سمع بالدجال فلینأمنه فواللّٰہ ان الرجل لیأتیه وهو یحسب انه مؤمن فیتبعه مما یبعث به من الشبهات.(ابو داوٗد)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی دجال کا (نکلنا) سنے تو وہ دجال سے دُور ہی رہے (کیونکہ وہ بہت بڑا فتنہ ہوگا اور اچھے بھلے لوگوں کا اس کے فتنہ میں

مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہوگا) اللہ کی قسم آدمی جو اپنے مومن ہونے پر یقین رکھتا ہوگا (یعنی جس کا اچھا بھلا ایمان ہوگا وہ اپنے ایمان پر مطمئن ہوکر دجال سے بات کرنے اور تحقیق کرنے کے لیے) اس کے اس کے پاس جائے گا تو دجال دین کے بارے میں جو (عجیب وغریب شکوک و شبہات اُٹھائے گا ان سے متاثر ہوکر وہ دجال کی پیروی کرنے لگے گا۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ خاص طور سے وہ لوگ جو علم میں پختہ نہیں ہیں وہ یہ نہ سوچیں کہ کوئی ایسا شخص جو غیر مستند ہو اور جس پر علمائے حق مطمئن نہ ہوں اگر ہم نے اس کی دینی تقریر یا درس سُن لیا یا اس کی لکھی ہوئی کتاب پڑھ لی تو کیا ہوا۔ انسانی ذہن کو کوئی بھی نکتہ پسند آجائے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اس کے دل میں سما جائے پھر لاکھ صحیح دلائل کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ انسانی دل ودماغ کوئی منطق کی کتاب یا فقط کمپیوٹر نہیں ہے کہ وہ بس صحیح دلائل ہی کو دیکھے گا۔ اس کے اندر کسی صحیح یا غلط بات کے پسند آنے پر جم جانے کا رجحان ومیلان بھی موجود ہے۔ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنے سے پرہیز کرے۔

(جاری ہے)

شرعی اصول کے مطابق سونے کے زیورات بنانے کا قابلِ اعتماد ادارہ

دلشاد گولڈ سمتھ

ہمارے یہاں سونے کی فینسی اور جدید ڈیزائن کے مطابق چوڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔
نیز آرڈر پر عروسی زیورات منفرد اور جدید ڈیزائن میں فیکٹری ریٹ پر بنائے جاتے ہیں

پروپرائٹر:۔ شیخ فیروز الدین۔ محمد اعزاز

محمد گولڈ سنٹر عقب سنگھار سنٹر فسٹ فلور دھوبی منڈی پرانی انارکلی لاہور فون: 7240181

باب : ۹

قسط : ۱۷

دینی مسائل

☆

نماز کی شرطوں کا بیان

نماز کے شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں ضروری ہیں۔ اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے۔ نہانے کی ضرورت ہو تو غسل کرے۔ بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست لگی ہو تو اس کو پاک کرے۔ جس جگہ نماز پڑھتا ہے وہ جگہ بھی پاک ہونی چاہیے مرد کم از کم ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ڈھانپے اور عورت فقط منہ اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پیر کے سوا سر سے پیر تک سارا بدن خوب ڈھانپ لے۔ قبلہ کی طرف منہ کرے۔ جس نماز کو پڑھنا چاہتا ہے اس کی نیت یعنی دل سے ارادہ کرے، وقت آنے کے بعد نماز پڑھے۔ یہ سات چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی تو نماز نہ ہوگی۔ ان کی ضروری تفصیل حسب ذیل ہے :

(۱) بدن اور کپڑوں کی طہارت :

نمازی کے لیے اپنے بدن کو نجاست حکمی سے اور اپنے بدن اور کپڑوں کو نجاست حقیقیہ سے پاک کرنا ضروری ہے۔

نجاست غلیظہ اگر گاڑھی ہو تو خواہ بدن پر ہو یا کپڑوں پر ہو اگر ایک درہم وزن یعنی ساڑھے چار ماشہ سے زائد ہو تو نماز نہ ہوگی۔ اور اگر ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو نماز تو ہو جائے گی لیکن بلا کسی مجبوری کے اس کو زائل نہ کرے اور اس کے سمیت نماز پڑھے تو برابری کی صورت میں مکروہ تحریمی ہے اور نماز کا لوٹانا واجب ہے جبکہ کمی کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہے۔

اگر نجاست غلیظہ پتلی ہو اور ایک درہم کے پھیلاؤ یعنی پونے تین سم قطر دائرے کے پھیلاؤ سے زائد ہو تو نماز نہ ہوگی۔ اگر اس کے برابر یا اس سے کم ہو تو نماز تو ہو جائے گی لیکن بلا کسی مجبوری کے اس کو زائل نہ کرے اور اس کے سمیت نماز پڑھے تو برابری کی صورت میں مکروہ تحریمی ہے اور نماز کا لوٹانا واجب ہے جبکہ کمی کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہے۔

اگر نجاست خفیفہ ہو تو جسم کے عضو کے چوتھائی اور کپڑے کے حصہ کے چوتھائی سے کم پر لگی ہو تو نماز ہو جائے گی البتہ بلا کسی مجبوری کے اس کو دور کئے بغیر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر چوتھائی یا زائد پر لگی ہو تو اس کو دور کیے بغیر نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر کپڑے یا بدن پر نجاست اتنی مقدار میں لگی ہو جو معاف ہے تو اگر وقت میں گنجائش ہو تو اس کو دھو کر نماز پڑھے لیکن اگر وقت تنگ ہو کہ نماز فوت ہو جانے کا ڈر ہو یا جماعت رہ جانے اور کہیں نہ ملنے کا ڈر ہو تو اسی طرح نماز پڑھ لے۔

مسئلہ : جس چیز کو نمازی اُٹھائے ہوئے ہو اور وہ خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو اس چیز کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اُٹھائے ہوئے ہو اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رُکا ہوا نہ ہو تب تو اس کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے اور جب اس بچہ کا بدن اور کپڑا اس قدر نجس ہو جو مانع نماز ہے تو اس صورت میں اس شخص کی نماز درست نہ ہوگی اور اگر بچہ خود اپنی طاقت سے رُکا ہوا بیٹھا ہو تو کچھ حرج نہیں اس لیے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے۔ پس یہ نجاست اسی بچے کی طرف منسوب ہوگی اور نماز پڑھنے والے سے اس کا کچھ تعلق نہ سمجھا جائے گا۔

مسئلہ : اگر نمازی کے جسم پر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر موجود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں جیسے گندا انڈا جس کی زردی خون ہو گئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تو کچھ حرج نہیں اس لیے کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے۔ خارج میں اس کا کوئی اثر نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب انڈا باہر سے پاک ہو۔

مسئلہ : اور اگر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں نہ ہو مثلاً کسی بوتل میں خون یا پیشاب ہو اور نمازی اس کو جیب میں رکھے ہوئے ہو یا معاف مقدار سے زائد خون رُومال میں لگا ہو اور وہ رومال جیب میں ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔

مسئلہ : نمازی کے اوپر جو چادر ہو اس کا ایک کونہ نجس ہو لیکن وہ چادر اس قدر بڑی ہے کہ نجس کونہ زمین پر پڑا ہے اور نمازی کے اُٹھنے بیٹھنے سے حرکت نہیں کرتا تو کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ : مسافرت میں کسی کے پاس تھوڑا سا پانی ہے اگر نجاست دھوتا ہے تو وضو کے لیے نہیں بچتا اور اگر وضو کرے تو نجاست پاک کرنے کے لیے پانی نہ بچے گا تو اس پانی سے نجاست دھوڈالے پھر وضو کے لیے تیمم کر لے۔

(۲) نماز کی جگہ کا پاک ہونا :

مسئلہ : نماز پڑھنے کی جگہ نجاست حقیقی سے پاک ہونی چاہیے۔ ہاں اگر نجاست بقدر معافی ہو تو کوئی حرج

نہیں ۔ نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہیں اور اسی طرح سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک رہتی ہے کیونکہ عضو کا نجاست کے ساتھ اتصال ایسا ہے جیسے عضو کو نجاست لگی ہو۔ لہٰذا اگر ایک پیر کے نیچے ایک درہم کے بقدر گاڑھی یا پتلی نجاست ہو یا دو پیروں کے نیچے تھوڑی تھوڑی ہو اور مجموعہ درہم کے برابر ہو تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اُٹھائے رہے تب بھی کافی ہے کیونکہ قیام میں صرف ایک پیر کو زمین پر رکھنا فرض ہے۔

مسئلہ : اگر بیٹھنے کی جگہ پاک ہو تو بیٹھے ورنہ کھڑے رہ کر التحیات پڑھے اور پھر سلام پھیرے۔

مسئلہ : اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اس کا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں خواہ وہ کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا۔

مسئلہ : اگر کسی نجس مقام پر کوئی پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر اس سے نظر آئے۔

مسئلہ : اگر پاک جگہ میں نماز پڑھی اور اس جگہ سجدہ کیا لیکن سجدہ میں اس کا کپڑا (دامن وغیرہ) ایسی جگہ پر پڑتا ہے جو نجس ہے اور خشک ہے تو اس کی نماز جائز ہوگی کیونکہ جس جگہ کا پاک ہونا شرط ہے یہ جگہ اس سے زائد ہے۔

مسئلہ : اگر جانماز کا کپڑا دوہرا ہو اور اس کی اُوپر کی تہہ پاک ہو اور نچلی تہہ ناپاک ہو اور وہ دونوں آپس میں سلی ہوئی نہ ہوں اور اوپر کی تہہ اتنی موٹی ہو کہ نیچے کی نجاست کا رنگ یا بو محسوس نہ ہوتی ہو تو اُوپر کی تہہ پر نماز جائز ہے۔ اور اگر وہ دونوں تہیں آپس میں سلی ہوئی ہوں تو اُوپر کی تہہ پر نماز جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر ایک ہی کپڑے کی دوہری تہہ کرلے اور اوپر کی تہہ پاک ہو اور نیچے کی تہہ ناپاک ہو تو اس پر نماز جائز ہے۔

مسئلہ : اگر لکڑی کا تختہ ایک طرف سے نجس ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے تو اگر اتنا موٹا ہو کہ بیچ سے چِر سکتا ہو تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر اتنا موٹا نہ ہو تو درست نہیں۔

مسئلہ : اگر نجاست پر کھڑا ہو اور پاؤں میں جوتیاں یا موزے پہنے ہوئے ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ نمازی کے بدن کے تابع ہیں اس لیے حائل شمار نہ ہوں گے۔ اور اگر جوتیاں نکال کر ان پر کھڑا ہو جائے اور جوتیوں کی اُوپر کی جانب جہاں پاؤں رکھتا ہے پاک ہے تو نماز جائز ہے خواہ جوتے کا تلا پاک ہو یا ناپاک ہو۔

کن جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے :

(۱) راستہ میں

(۲) بیت الخلا میں اور اس کی چھت پر

(۳) غسل خانہ میں اور اس کی چھت پر

(۴) ٹھنڈے علاقوں میں پائے جانے والے حمام میں اور اس کی چھت پر

(۵) قبرستان میں ۔ لیکن اگر قبرستان میں علیحدہ سے نماز کے لیے کوئی جگہ بنائی گئی ہو کہ وہاں کچھ نجاست نہ ہو اور سامنے کی طرف دیوار بھی کھڑی ہو جو قبروں سے اوٹ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

(۶) کوڑا ڈالنے کی جگہ میں

(۷) چھینی ہوئی زمین میں

(۸) جانوروں کے ذبح ہونے کی جگہ میں

(۹) اونٹوں کے باڑے میں

(۱۰) خانہ کعبہ کی چھت پر کیونکہ اس کی چھت پر چڑھنا اس کی تعظیم و ادب کے خلاف ہے۔ (جاری ہے)

بزرگانِ دین کی زیرِ سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

مدنی بک بائنڈنگ ہاؤس

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائینڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعایت اور معیاری جلد سازی

زیرِ سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ

43- بابا فرید روڈ نزد بریڈے ہال، فون: 7238252

عالمی خبریں

اسلام سچا مذہب ہے دس سال میں بیس ہزار انگریز مسلمان ہو گئے

برطانوی نومسلموں نے خود کو اسلامی سانچہ میں ڈھال کر غیر مسلموں کو بھی اسلام کی طرف متوجہ کیا

۱۱؍ستمبر کے بعد لوگوں کی اسلام میں دلچسپی مزید بڑھ گئی دکانوں سے قرآن پاک کے تمام نسخے بک گئے

مساجد غیر مسلموں سے بھرتی نظر آئیں، مانچسٹر کی ایک مسجد میں ۱۸؍افراد نے اسلام قبول کیا۔ ڈیلی میل

قبول اسلام کے بعد میری زندگی بالکل بدل گئی نیلی آنکھوں والے نوجوان جو احمد کا بیان

لندن (انٹرنیشنل ڈیسک) یورپ اور امریکہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے گزشتہ ۱۰ ؍برس میں برطانیہ میں ۲۰ ہزار انگریزوں نے اسلام قبول کیا اس کا انکشاف ''ڈیلی میل'' لندن نے کیا۔ اخبار میں انگریز خاتون صحافی ریبکا ماڈلر کا ایک آرٹیکل شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے بتایا کہ مسلمان ہونے والے انگریزوں نے پانچ وقت نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو اسلامی سانچہ میں ڈھال کر غیر مسلم انگریزوں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا ہے۔ یہ سب کے سب سفید فام مڈل کلاس طبقے سے تعلق رکھنے کے علاوہ اچھا معاشرتی مقام رکھتے ہیں۔ آرٹیکل میں بتایا گیا ہے کہ ۱۱؍ستمبر کے واقعہ کے بعد ایک حیران کن امر یہ بھی مشاہدے میں آیا کہ لوگوں نے اسلام کے بارے میں بے مثال دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ بک شاپس میں قرآن کریم کے جتنے نسخے تھے سب بڑی تیزی سے فروخت ہو گئے جبکہ مساجد غیر مسلموں سے بھرتی نظر آئیں۔ بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے متمنی ہیں۔ قبول اسلام کرنے والوں کی بھی ایک ایسی لہر اُٹھی کہ مانچسٹر کی ایک مسجد میں چند ہفتوں میں ۱۸؍افراد نے اسلام قبول کیا۔ ریبکا ماڈلر نے ایک سابق انگریز کیبنٹ لیبر ہیلتھ منسٹر فرینک ڈوبسن کے صاحبزادے جو احمد ڈوبسن کے قبول اسلام کی داستان رقم کی ہے جو ایک ۲۶ سالہ دلکش نیلی آنکھیں رکھنے والے نومسلم نوجوان کی قابل رشک زندگی کا آئینہ ہے۔ مصنفہ لکھتی ہے کہ جو احمد ایک نومسلم کا ماڈرن کا چہرہ ہے اس کی زندگی پوری طرح اسلامی رنگ میں ڈھلی ہوئی اور اسلاف کا نمونہ ہے جو احمد کا کہنا ہے کہ اسلام آج اکیسویں صدی میں بھی مکمل نظام حیات ہے جو احمد بتاتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کی طرح اسلام کے بارے میں میری سوچ بھی منفی تھی۔ میرا خیال تھا کہ اسلام میں شدت پسندی ہے۔ عبادات ہیں اور روزے ہیں۔ ۱۶ سالہ کی عمر میں ایک بنگلہ دیشی دوست نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ کا نسخہ برائے مطالعہ دیا۔ جیسے ہی میں نے اس کا مطالعہ کیا تو اسے اپنے خیالات کے برعکس پایا اور محسوس کیا کہ اس میں زیادہ تر زور علم، تعلیم اور مساوات انسانی پر ہے حتی کہ مرد اور عورت دونوں مساوی حقوق

کے حامل ہیں۔ زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے سوال 'کیوں' کا جواب ملا کہ کیوں میں ہر انسان کے ساتھ بھائی اور بہن کے طور پر سلوک کروں اور کیوں ایک بہتر انسان کے طور پر زندگی کی جدوجہد کروں۔ اس دوران ایک مسلمان دوست کے ساتھ انڈونیشیا جانا ہوا۔ اس سفر نے میری زندگی پر قرآن کریم کا گہرا اثر مرتب کیا۔ ۱۹۹۸ء میں گوج سٹریٹ لندن کی ایک مسجد میں امام مسجد کے ہاتھ پر قبول اسلام کے لمحات کے بارے میں جو احمد بتاتے ہیں۔ کلمہ شہادت پڑھنے اور مسجد میں باقاعدہ قبول اسلام کے رجسٹر پر دستخط کرنے سے قبل میں زندگی میں کبھی نروس نہیں ہوا تھا لیکن تبدیلی دین کوئی ایسی عام بات نہیں تھی ان لمحات نے میرے سارے جسم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میرا بازو کانپ رہا تھا، لیکن دستخط کیے بغیر نہ رکھ سکا زندگی میں یہ سب سے خوفزدہ کرنے والی بات تھی جو میں نے کی۔ ایسے ہی پہلی مرتبہ جب کوئی نومسلم پہلی مرتبہ مسجد میں ادائیگی کے لیے جائے تو اپنے آپ کو عجیب سا محسوس کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ہر شخص اسے گھور رہا ہے۔ ۱۱ ستمبر کے واقعہ نے جو احمد کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے اس کی بنگلہ دیشی سالی کو جو ایک گلی سے گزر رہی تھی غضب ناک انگریزوں نے زمین پر گرا کر ٹھوکریں مار کر ادھ موا کر دیا۔ دوسری سالی جو ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور پر کام کرتی ہے گاہکوں نے اس کے ہاتھ سے سودا لینے سے انکار کر دیا۔ برطانیہ کی تعلیم یافتہ مڈل کلاس میں اسلام آج اپنے اندر ایک طاقتور کشش رکھتا ہے جو غیر مسلموں کو تیزی سے اپنی جانب راغب کر رہا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۱ دسمبر ۲۰۰۲ء)

☆

ہم جنس پرستی انجیل کے مطابق ہے : انگلستان کے کلیسا کا فتویٰ

یہ عمل اپنے ساتھی سے اظہار تشکر ہوسکتا ہے اس لیے اسے ناجائز قرار دینا غلط ہے

لندن (اے ایف پی) انگلستان کے سرکاری کلیسا کے نئے آرچ بشپ نے کہا ہے کہ وفاداری پر مبنی ہم جنس پرستی انجیل کی تعلیمات سے متصادم نہیں ہے۔ اینجلیکن چرچ کے روحانی پیشوا روان ولیمز نے کینٹر بری کے آرچ بشپ کا عہدہ سنبھالنے سے ایک روز قبل بی بی سی کے ایک پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ بات ہمیشہ اداس کر دیتی ہے کہ جب بھی جنس کی بات ہو ہم انجیل کی تعلیمات کے ضمن میں انتہائی کم علمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں انجیل اس بارے میں واضح ہے کہ اگر ہم جنس پرستی سے مقصود محض تسکین وراحت ہے تو یہ خدا کی تعلیمات کے خلاف ہے مگر کیا ہم جنس پرستی کا مقصد محض راحت ہے؟ یہ عمل اپنے ساتھی سے اظہار تشکر بھی ہوسکتا ہے۔ ۵۲ سالہ ولیمز اپنے آزاد خیال نظریات، خواتین کی بطور پادری تقرری اور ہم جنس پرستوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مشہور ہیں۔ وہ اس تجویز کے بھی شدت سے حامی ہیں کہ چرچ آف انگلینڈ جس کی سربراہ ملکہ برطانیہ ہیں کی سرکاری حیثیت ختم کر دینی

چاہیے۔ انہوں نے مسیحی روحانی پیشواؤں کو خطابات اور انفرادیت کے حصول کے لیے دوڑ پر شدید نقطہ چینی کرتے ہوئے اسے عیسائیت سے متصادم قرار دیا۔ برطانیہ کی حکمران لیبر پارٹی کے ممبر پارلیمنٹ جان آسٹن نے کہا ہے کہ وہ ویلیز کی چرچ آف انگلینڈ کی سرکاری حیثیت سے متعلق تجویز پر پارلیمنٹ میں قرارداد پیش کریں گے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳؍دسمبر ۲۰۰۲ء)

☆

گندے کاغذی نوٹوں سے ہیضے اور جلدی بیماریوں کا خدشہ

قصابوں، کنڈیکٹروں اور مچھلی فروشوں کے ہاتھ لگے نوٹوں میں سب سے زیادہ جراثیم ہوتے ہیں

کراچی (اے این این) کرنسی نوٹ شہر میں بیماریاں پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں جبکہ سکے کاغذی نوٹ کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ ہیں اس بات کا انکشاف کراچی یونیورسٹی میں کی جانے والی ایک تحقیقاتی رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق بس، ویگن اور کوچوں کے کنڈیکٹر، قصابوں اور مچھلی فروخت کرنے والے افراد کے ہاتھ لگے نوٹوں میں سب سے زیادہ مہلک جراثیم پائے گئے۔ رپورٹ کے مطابق ان جراثیم سے شہریوں کے ہیضے، انفیکشن، جلدی بیماریاں اور پیشاب کی پیچیدہ بیماریاں پیدا ہونے کا بہت زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ایک اور دو روپے والے نوٹوں میں زیادہ جراثیم پائے گئے ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۱؍دسمبر ۲۰۰۲ء)

☆

کائنات کا ۹۵ فیصد مادہ پُراسرار اور ناقابلِ فہم ہے: قطب جنوبی پر قائم رصدگاہ کی تحقیق

کائنات کی تمام توانائی کا ۳۰ فیصد عجیب و غریب قسم کے تاریک مادے پر مشتمل ہے جو روشنی سے باہم تعامل نہیں کرتا ۶۵ فیصد تاریک توانائی مزید پراسرار ہے، باقی رہ جانے والا ۵ فیصد مادہ ستاروں اور سیاروں کی شکل میں نظر آتا ہے

آک لینڈ (اے ایف پی) قطب جنوبی میں نصب ایک نئی طاقتور دوربین سے اس بات کے نئے شواہد ملے ہیں کہ کائنات باہر کی طرف تیزی سے پھیل رہی ہے اور اس پر ایک ایسے عجیب و غریب قسم کے مادے کا غلبہ ہے جس کے بارے میں کسی کو کچھ پتہ نہیں کہ یہ کیا ہے؟ خلائی ماہرین نے پس منظر سے آنے والی کاسمک مائیکروویو تابکاری میں درجہ حرارت کے معمولی فرق کا سراغ لگایا ہے۔ یہ وہ تابکاری ہے جو ''بگ بینگ'' کے وقوع پذیر ہونے کے ۱۴ لاکھ سال بعد تیزی سے ٹھنڈی ہوتی ہوئی کائنات سے نکل بھاگی تھی اور اب اس کی کچھ باقیات بھی موجود ہیں۔ مذکورہ بالا دوربین قطب

جنوبی کی امریکی رصدگاہ کا حصہ ہے۔ امریکی نیشنل فاؤنڈیشن کے پریس ریلیز میں بتایا گیا ہے کہ نئی معلومات سے کائنات کے تازہ پسندیدہ ماڈل کی حمایت ہوتی ہے جس کے مطابق کائنات کی تمام توانائی کا ۳۰ فیصد عجیب وغریب قسم کے ''ڈارک میٹر'' (تاریک مادے) پر مشتمل ہے جو روشنی سے باہم تعامل نہیں کرتا جبکہ ۹۵ فیصد اس سے بھی عجیب وغریب قسم کی تاریک توانائی ہے جو کائنات کی تیزی سے توسیع کے باعث ہے۔ باقی رہ جانے والا صرف ۵ فی صد مادہ یا توانائی ظاہری شکل میں موجود ہے جس سے ستارے اور سیارے وجود میں آتے ہیں۔ کائنات کے بارے میں نئی تحقیق کے دوران ایک نیا تصور اس وقت سامنے آیا۔ دوربین سے تصاویر لی گئی ہیں ان میں وہ ابتدائی مختصر ترین اجسام سامنے آئے ہیں جو بڑھ کر کائنات کے سب سے بڑے ڈھانچے بن چکے ہیں۔ قطب جنوبی میں کائنات پر تحقیق کے دوران جمع کیے گئے ڈیٹا سے حیران کن انکشافات سامنے آگئے ہیں اور یہ بات سامنے آئی ہے کہ کس طرح تھیوری سے کائنات کے رویئے کے بارے میں علم بیان کیا جا سکتا ہے تاہم نئی تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ ہم کائنات کے ۹۵ فیصد مادوں یا توانائی کے حوالے سے اندھیرے میں ہیں۔ نئی تحقیق کرنے والی ٹیم کے وائس پرنسپل ولیم ہولز اپفل کا کہنا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہی ۹۵ فیصد کالا مادہ کائنات کے پھیلاؤ کا سبب بن رہا ہو۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸؍دسمبر ۲۰۰۲ء)

بقیہ : حج کے احکام

(۴) نویں ذی الحجہ کی رات کو منٰی میں رہنا۔

(۵) طلوع آفتاب کے بعد نویں ذی الحجہ کو منٰی سے عرفات کو جانا۔

(۶) مزدلفہ میں عرفات سے واپس ہوتے ہوئے رات کو ٹھہرنا۔

(۷) عرفات میں غسل کرنا۔

(۸) ایام منٰی میں رات کو منٰی میں رہنا۔

(۹) منٰی سے واپسی میں محصب میں ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ ہی ہو۔

مسئلہ : سنت کا حکم یہ ہے کہ ان کو قصداً ترک کرنا برا ہے اور کرنے سے ثواب ملتا ہے اور ان کے ترک کرنے سے جزا لازم نہیں ہوتی۔ (ماخوذ از مسائل بہشتی زیور)

باب : ۲ قسط : ۱۸

تحریکِ احمدیت

﴿برطانوی یہودی گٹھ جوڑ﴾

زیرِ نظر مضمون جناب بشیر احمد صاحب کی انگریزی کتاب **Ahmedia Movement British-Jewish Connection** ----- کا اُردو ترجمہ (تحریکِ احمدیت برطانوی یہودی گٹھ جوڑ) جو جناب احمد علی ظفر صاحب نے کیا ہے۔ کتاب کا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے جو پنجاب انٹیلی جنس کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ادارہ اس کی محض تاریخی افادیت کے پیشِ نظر اسے قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اور مصنف کے ذاتی رجحانات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

یہودیوں کے لیے مسیح :

براہین احمدیہ (۱۸۸۰ء) کی تدوین کے وقت مرزا غلام احمد کا عقیدہ کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمانوں سے اُتریں گے۔ گیارہ سالوں تک وہ اسی عقیدے پر قائم رہے۔اگرچہ وہ خدا سے وحی حاصل کرنے ،امام زمانہ اور محدث (ظلی ، بروزی نبی ہونے کے بھی دعویدار تھے۔ بڑی حیران کن بات ہے کہ گیارہ سالوں ۱۸۹۱ء۔۱۸۸۰ء) تک آپ اپنی وحی کے مطالب کو سمجھنے کے اہل نہیں ہوئے۔آپ کو گیارہ سالوں (۱۸۸۰ء سے ۱۸۹۱ء تک مسیحیت اور ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۱ء تک اپنی نبوت کے دعوے کی سمجھ نہ آسکی۔ جیسا کی آپ دعوٰی کرتے ہیں کہ سینکڑوں مرتبہ خدا نے آپ سے ہم کلامی کی اور شدید بارش کی طرح متواتر وحی نازل ہوئی جس میں آپ کو ایک رسول اور نبی قرار دیا گیا تھا،لیکن آپ خدا کے احکامات کو مکمل طور پر پس پشت ڈال کر حیات مسیح مانتے رہے اور اپنے آپ کو صرف محدث کہتے رہے۔کیا آپ ظلی نبی اور مسیح تھے؟ نہیں آپ کے سامراجی یہودی تماشہ کاروں کی سیاسی ضرورت نے آپ سے یہ مذہبی قلابازیوں کے کرتب کرائے اور آپ ان کے اشاروں پر ناچتے گئے۔

۱۸۹۱ء میں آپ نے اپنی ایک وحی میں مسیح موعود ہونے دعوٰی کیا اور اپنی کتابوں ''فتح اسلام'' (حکومت پنجاب کارروائی محکمہ داخلہ، مارچ ۱۸۹۲ء، انڈیا آفس لائبریری لندن کے مطابق ''فتح اسلام کے مصنف قادیان کے مرزا غلام احمد نے پوری دُنیا کو یہ بتایا کہ وہ انسانیت کے حالات کو سنوارنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور روحانی قوت، اخلاقیات اور فطرت میں وہ یسوع مسیح کی طرح ہے اور عوام کو دعوت دی کہ اس کی پیروی کریں۔'') توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طبعی وفات کا اعلان کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے بارے میں اس نے یہ دلیل دی کہ یہ دراصل ایک ایسے شخص کی آمد ہوگی، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی روحانی خصوصیات پائی جاتی ہوں گی۔ اس نے یہ موقف اختیار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے، بلکہ بچ گئے اور افغانستان اور کشمیر میں ''دس گمشدہ قبائل کی نسلوں کو تبلیغ کرنے کے لیے ہندوستان آگئے تھے۔ آپ نے یہ اعلان بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ کا مقبرہ بھی سرینگر کشمیر میں دریافت ہو چکا ہے۔ [1]

یہ ضروری ہوگا کہ اس جگہ ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا تقابل یہودیت میں طویل اور خصوصی اہمیت کا حامل مسیح موعود کے نظریہ سے کیا جائے۔ لفظ مسیح کی ابتداء عبرانی زبان سے ہوئی جس کا معنی ہے Anointed one) یعنی مسح شدہ جس کے سر پر تیل ڈالا گیا ہو۔ بادشاہوں اور یہود کے سربراہان کو اقتدار سونپتے وقت ان کے سروں پر تیل ڈال کر مقدس کیا جاتا تھا۔ جب یہودی ایرانیوں کے زیر تسلط تھے تو انہوں نے یہ خواب دیکھنے شروع کر دیئے کہ وہ دن آئیگا کہ جب داود علیہ السلام کی اولاد دوبارہ ظاہر ہوگی اور ایک مقدس بادشاہ اسرائیل کے تخت پر ایک بار پھر براجمان ہوگا۔ چنانچہ جب یہودی رومیوں کے زیر تسلط تھے تو انہوں نے دو مختلف ادوار پر مسیح کے بارے میں اپنے نظریئے کو تبدیل کر لیا۔ یہودیوں کی ایک غالب اکثریت ایک طاقتور جنگجو کے ظاہر ہونے کی توقع کرنے لگی جو داؤدی خاندان سے نہ ہوتے ہوئے بھی ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی قیادت کرے گا۔ رُوم کو تباہ کرے گا۔ یہودیوں کو آزادی دلائے گا۔ اور انصاف، خوشحالی اور امن کی سلطنت قائم کرے گا۔ مگر ایک چھوٹا سا گروہ اور بھی تھا جو مسیح کو ایک عام انسان سے زیادہ طاقت ور سمجھتا تھا جو عام ہتھیاروں کی مدد سے کافروں کو قتل کرے گا اور یہودیت کو کامیابی دلائے گا۔ کتاب اینوخ جو پہلی صدی عیسوی میں لکھی گئی تھی اس کے مصنف نے ایک ایسے فوق الفطرت شخص کے بارے میں کہا ہے جو زمین کی طرف جانے کے لیے خدا کے اشارے کا منتظر ہے اور انسانیت کو گناہ، ناانصافی اور ظلم سے نجات دلائیگا۔ خدا نے عیسیٰ بن مریم کو یہودیوں کو تکلیف دہ صورتحال سے نجات کے لیے بھیجا، مگر انہوں نے یہودا کے رومی گورنر پونطس پلاطیس کے ساتھ مل کر ان کو اپنے خیال میں مصلوب کر دیا اور انہیں ایک جھوٹا مسیح قرار دیا جو لعنتی موت مرا۔ اسلام کی آمد کے بعد تک یہودی مسیح موعود کا اس اُمید پر انتظار کرتے رہے کہ وہ دنیائے اسرائیل پر حکمرانی کرے گا۔ قرآن اور احادیث میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

[1] ''مسیح ہندوستان میں''۔ قادیان۔ ۱۸۹۹ء۔ صفحہ ۳

ہے کہ خدا نے مسیح ابن مریم کو قتل اور صلیب پر چڑھائے جانے سے بچا کر انہیں اپنی طرف اوپر اُٹھا لیا۔ وہ آخری دنوں میں (قیامت کے نزدیک) یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ایک زندہ نشانی کے طور پر اُتریں گے۔ وہ اسلام کے پیروکار ہوں گے۔ مسیح موعود یا مثیل مسیح کا کوئی حوالہ یا ذکر نہیں ہے۔ یہ بڑے کھلے انداز میں واضح کر دیا گیا ہے کہ آخری ایام میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کے علاوہ اور کوئی نہیں آئے گا۔ ۲

مرزا صاحب نے قرآن پاک سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسیح مر چکے ہیں۔ اس کے برعکس آپ نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ حدیث میں بیان کردہ یسوع مسیح کی آمد کا مطلب مسیح کا بروز ہے یہ واضح ہونا چاہیے کہ آپ نے مسیح موعود کا دعویٰ حدیث سے نہیں لیا، بلکہ یہ آپ کی اپنی ایک وحی تھی جس نے آپ کو یہ منصب سمجھنے پر مجبور کیا۔ حدیث آپ کے نزدیک ثانوی حیثیت رکھتی تھی جسے آپ اپنی وحی کی تائید میں پیش کرتے تھے۔ آپ کی وحی کا آپ کے لیے اور آپ کے پیروکاروں کے لیے ماننا لازم تھا۔ بہرحال مسیح کی آمد اور مسیح موعود کا دعویٰ دو مختلف چیزیں ہیں پہلے عقیدے کی بنیاد حدیث مبارکہ میں ہے۔ جبکہ دوسرے کی بنیادیں ایک یہودی نظریے میں موجود ہیں جو یہودی لٹریچر سے ہی لیا گیا ہے اور اسلامی عقائد کے بالکل خلاف ہے۔ مرزا صاحب نے بڑی چالاکی سے اپنا چہرہ یعنی مسیح موعود جو دنیائے یہود کے سیاسی مقاصد کے لیے تیار کیا گیا ہے مسیح کے بروز کے طور پر پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیا۔ آپ نے بڑی عیاری کے ساتھ علماء کو بیکار مذہبی تنازعات میں گھسیٹا اور اسلام کو یہودیائے جانے کے گناہ کا مذموم منصوبہ جاری رکھا۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے قادیانیت پر اپنے مشہور مضمون میں یہ زور دیا ہے کہ احمدیہ تحریک بڑی تیزی سے یہودیت کی طرف رواں دواں ہے۔ ۳

کچھ عرب علماء نے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ قادیانی تحریک کی یہودی اور سامراجی نوعیت کے رجحانات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ عباس محمود العقاد، الشیخ ابوزہرہ مصری، الشیخ محب الدین الخطیب اور الشیخ محمد المدنی نے اس عنوان پر بڑا کام کیا ہے۔ علامہ محمود الصواف نے اپنی مشہور کتاب ''المخالات الاستعماریہ لمکافتہ الاسلام'' میں ثابت کیا ہے کہ قادیانی تحریک استعماریت کی ایک شاخ ہے۔ ڈاکٹر عبدالکریم غلاف جو کہ مراکش کے ایک محقق ہیں انہوں نے بھی اسی موضوع پر عالمانہ کام کیا ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ احمدیہ تحریک یہودیت کی ایک ضمنی پیداوار ہے اور اس کے بنیادی عقائد انیسویں صدی کی یہودیت سے خوفناک حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ ۴

جس طریقے سے قادیانیوں نے نظریہ جہاد، وحی، نبوت وغیرہ کو پیش کیا ہے یہ انیسویں صدی کے متعصب

---

۲ مذہبی حوالہ جات کے لیے دیکھئے علامہ سید انور شاہ کشمیری۔ ''عقیدہ الاسلام''۔ پیر سید مہر علی شاہ۔ ''سیف چشتیائی'' اور مولانا مودودی ''ختم نبوت'' وغیرہ ۳ لطیف احمد شیروانی۔ ''حرف اقبال''۔ لاہور۔ صفحہ نمبر ۱۱۵ ۴ ہفت روزہ ''چٹان''۔ لاہور۔ ۹ فروری ۱۹۷۰ء

یہودی علماء کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ قادیانیت کی ترقی اور ارتقاء میں یہودیوں نے ہمیشہ گہری دلچسپی لی۔ شوڈ نے، جو ڈاکٹر میکسن کی سربراہی میں یروشلم یونیورسٹی کے اندر یہودی روشن خیال طبقہ کے طور پر کام کر رہا تھا احمدیہ عقائد کی یہودی فلسفے کے ساتھ تطبیق پر اس طور سے تحقیقات کیں جیسا کہ انیسویں صدی کے یہودی سازشی فلسفیوں نے اعلان کیا تھا۔

۱۹۲۷ء میں آسٹریا کے ایک جج الیگزینڈر وائلڈ ہائم نے ''اسلام کی طرف جدید صیہونی تحریک اور تحریک احمدیہ'' کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا جو مارچ ۱۹۲۷ء کے شمارے میں قادیانیوں کے مشہور رسالے ''ریویو آف ریلیجیز'' میں چھپا۔ یروشلم یونیورسٹی میں ایک یہودی عالمہ مسز ایشی رومیل نے ۱۹۴۶ء میں تحریک احمدیہ پر سلسلہ وار مضامین لکھے۔ ؂۵ جس میں یہودی فلسفیانہ نظریات کے ساتھ اس کی مماثلت کے اہم پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا تھا۔ تحریک احمدیت کی یہودی حمایت کے رجحانات کو مرزا صاحب کی تحریروں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی ذات کے خلاف وہ تمام احمقانہ الزام عائد کئے جو یہودی مصنفین عیسائیت کی آمد سے لے کر اب تک آپ پر لگاتے چلے آئے ہیں (آر۔ ٹریورز ہرفورڈ۔ ''یہودی لٹریچر میں مسیحا''۔ ہیسٹنگو کی ''مسیحا اور اناجیل کی لغت''۔ (۲) ''نظارتھ کا مسیحا'' مصنف ڈاکٹر ایس۔ کراؤس۔ یہودی انسائیکلوپیڈیا'' جلد ۷۔ نیویارک۔ اور اس طرح کی کئی دیگر تصانیف کو مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے بطور ماخذ استعمال کر کے عیسائیت پر حملے جاری رکھے۔) مرزا نے حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو شعبدہ بازی اور جادو کا ایک سلسلہ قرار دیا۔ کسر صلیب کے نام پر آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی معجزاتی پیدائش اور عیسائی عقائد پر تنقید کی۔ آپ نے حضرت عیسیٰؑ پر شراب نوشی، یہودیوں کو گالیاں دینے، بزدلی اپنی ماں کے ساتھ بدتمیزی، فاحشہ عورتوں کے ساتھ دوستی جیسے الزامات عائد کئے۔ مرزا صاحب نے حضرت مریم علیہا السلام کی حیات مقدسہ پر بھی بہتان تراشی کی۔ حضرت عیسیٰؑ پر الزامات عائد کرنے اور آپ کے مرتبہ کو گھٹانے کی ناپاک کوششوں کے بعد آپ نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے عیسیٰؑ سے برتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ یہ دعوٰی بھی کیا کہ میں نے ایک ایسا عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے جو مسیح بھی نہیں کرتے تھے۔ عیسیٰؑ اور عیسائیت پر اس کے حملوں کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے اس کی کتابوں کے چند مندرجات پیش کئے جاتے ہیں :

(۱) مسیح کا خاندان بھی نہایت ناپاک اور غیر مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ ؂۶

(۲) مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو شرابی، نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعوٰی کرنے والا۔ ؂۷

؂۵ ''الفضل'' قادیان۔ ۱۲؍ جون ۱۹۴۶ء ؂۶ ''انجام آتھم'' ۱۸۹۷ء۔ قادیان۔ صفحہ نمبر ۷ ؂۷ ''مکتوبات احمدیہ''۔ جلد ۳۔ صفحات ۲۱ تا ۲۴

(۳) یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰؑ شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ ۸

(۴) یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن، نہ کہ خدائی کے بعد، بلکہ ابتداء میں ایسا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ خدائی کا دعوٰی شراب خوری کا ایک بدنتیجہ ہے۔ ۹

اسلامی عقائد میں تحریف اور عیسائیت کی تکذیب کے ساتھ آپ نے یہودی مذہبی نظریات کا احیاء کیا۔ آپ نے اپنے گروہ کو بنی اسرائیل کا نام دیا۔ ۱۰ اور اپنی وحی والہامات میں اپنے آپ کو اسرائیل قرار دیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے فوراً بعد قادیانی مشرقی پنجاب سے پاکستان آگئے۔ الفضل کہتا ہے کہ مسیح موعود کی وحی کے مطابق ایک وقت آئے گا کہ احمدی قادیان چھوڑ دیں گے۔ یہ یکسانیت احمدیوں کی ہجرت اور یہودیوں کے خروج کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے ہوگی۔ (جاری ہے)

☆

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آگیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	Rs:10,40,000.00

۸ ''کشتی نوح''۔ قادیان ۔ ۱۹۰۲ء۔ صفحہ نمبر ۶۵ ۹ ''ست بچن''۔ صفحہ نمبر ۱۵۰ ۱۰ ''الفضل''۔ لاہور۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء